مقصد صیام

روزہ سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہو سکے، اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو، اور اس ذریعہ سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کر سکے اور حیات ابدی کے حصول کے لئے اپنے نفس کا تزکیہ کر سکے، بھوک اور پیاس سے اس کی ہوس کی تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہو۔ اور یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں، وہ شیطان کے راستوں کو اس پر تنگ کر دے اور اعضاء وجوارح کو ان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جس میں اس کی دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے، اس لحاظ سے یہ اہل تقویٰ کی لگام، مجاہدین کی ڈھال اور ابرار و مقربین کی ریاضت ہے۔

[زاد المعاد فی ھدی خیر العباد للامام ابن القیم رحمہ اللہ: ۱/ ۱۵۲]

جون - جولائی ۲۰۱۳ء / شعبان - رمضان ۱۴۳۴ھ

جون-جولائی ۲۰۱۳ء / شعبان-رمضان ۱۴۳۴ھ

سرپرست: عبدالسلام سلفی
مدیر مسئول: حمید اللہ انعام اللہ سلفی

مدیر: سعید احمد بستوی
نائب مدیر: عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

مجلس ادارت

- محمد مقیم فیضی
- عبدالواحد انور یوسفی
- عبید اللہ سلفی
- عبدالمعید مدنی (مہلہ)
- عبدالجبار سلفی
- ڈاکٹر عبدالمبین خان

بدل اشتراک...... فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

• ڈیزائن کمپوزنگ: رضی الرحمٰن محمدی

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai
14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

فون: 022-26520077 فیکس: 022-26520066 email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

بدعت باعث گمراہی ہے!

● اشفاق احمد سنابلی

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ [النور: ۶۴]

جولوگ رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی بلا نہ نازل ہو جائے یا کائی دردناک عذاب نہ انہیں آگھیرے۔ (النور: ۶۴)

مذکورہ بالا آیت کریمہ سورہ نور کی ایک مکمل آیت کا ٹکڑا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے اور آپ کی مخالفت سے ڈرایا ہے یقیناً نبی ﷺ کے احکام کی مخالفت فتنہ اور عذاب الیم کا سبب ہے اور آپ کے ماموارت کی پیروی اور منہیات سے اجتناب دنیا و آخرت کی سعادت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ (احزاب: ۷۱) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا، وہ یقیناً بڑی کامیابی سے سرفراز ہوگا۔

زندگی کے تمام امور کو نبی ﷺ کی سنت کی کسوٹی پر رکھنا واجب ہے، جو چیز آپ کی سنت و حدیث کے مطابق ہوگی وہی قابل قبول ہے اور جو قول و عمل اس کے مخالف ہوگا وہ مردود ہوگا۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جو کوئی ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ ایک اور روایت میں ہے جو کوئی ایسا عمل کرے جس کا تعلق ہمارے دین سے نہ ہو تو وہ مردود ہے (متفق علیہ) امت محمدیہ میں سے جس نے بھی آپ کی سنت پر جم کر عمل کیا اس کو آپ نے بابرکت بشارت اور عظیم قدر و منزلت کا مژدہ سنایا، یہ جنت میں جانے کی بشارت ہے، فرمان رسول ہے میری پوری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے ان افراد کے جو انکار کر دیں پوچھا گیا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ (جنت میں جانے) سے کون انکار کریگا؟ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے انکار کیا۔) (بخاری کتاب الاعتصام)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ سنت رسول ﷺ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سنت کی پیروی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہت بڑی نعمت ہے، سنت نبی ﷺ اللہ کا تیار کیا ہوا ایسا قلعہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوگا وہ مامون ہوگا اور اپنے رب تک رسائی پالے گا دوسرے اعمال اگر اسے پست کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ سنت اسے بلند ہمت کر دے گی اور اس وقت سنت کی روشنی عامل سنت کے سامنے دوڑتی ہوئی نظر آئے گی جب کہ عامل بدعت روسیاہ ہوں گے۔ اللہ کا ارشاد ہے: يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ (آل عمران: ۱۰۶) جس دن کچھ چہرے سفید اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ جن کے چہرے چمکدار ہوں گے وہ سنت پر عمل کرنے والے اور جماعت کے ساتھ رہنے والے ہوں گے اور جو لوگ روسیاہ ہوں گے وہ بدعتی اور فرقہ بندی کرنے والے ہوں گے۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص ۴ بحوالہ تنبیہ اولی الابصار الی اکمال الدین و مافی البدع من الاخطار ص ۳۱۰)

سنت رسول ﷺ کو چھوڑنے اور اس کی مخالفت کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کوئی کام نہیں کہ آپ کے لائے دین میں بدعت نکالی جائے یقیناً بدعت بڑی خطرناک بیماری ہے۔ نبی ﷺ بدعات اور دین میں جاری کئے گئے نئے کاموں سے ہمیشہ تنبیہ فرماتے تھے چنانچہ جب کبھی بھی آپ خطبہ ارشاد فرماتے تو یہ بات ضرور کہتے "فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتھا وکل بدعة ضلالة"، یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے اور بدترین کام (دین) میں نئے پیدا کردہ کام ہیں اور ہر نیا کام گمراہی ہے (مسلم کتاب الجمعہ) دین کی اصل ہیئت اور اس کی خوبصورتی کو بگاڑنے بدعت کا اہم کردار ہے شیطان بدعات وخرافات کو خوشنما بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے کمزور ایمان وعقیدہ والے ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ، ابلیس کے نزدیک بدعت عام گناہوں سے زیادہ محبوب ہے، بدعت کی ہلاکت خیزی کو بیان کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے سامنے شرک کے علاوہ ہر گناہ کر کے حاضر ہوں یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ اللہ سے ملاقات کروں اس حال میں کہ میرے پاس کچھ بدعتیں ہوں۔

(شرح السنۃ ر ۲۱۶ بحوالہ تنبیہ اولی الابصار۔ص: ۲۱۳)

موجودہ دور میں ہر جگہ بدعتوں کا چلن عام ہے بدعات و خرافات کو دین سمجھ لیا گیا ہے کوئی مہینہ یا کوئی سال بدعتوں سے خالی نہیں ہے ماہ شعبان جو اسلامی تقویم کا ایک مہینہ ہے اس ماہ کی فضیلت صرف اتنی ہے کہ رسول ﷺ اس مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے لیکن مسلمانوں نے اس سنت کو نظر انداز کر کے اس ماہ میں بدعات وخرافات کا انبار لگا دیا ہے اس ماہ کی پندرہ تاریخ کی شب ہزاری نماز ادا کرنا یا اس دن مزارات ومقابر کی زیارت کرنا، آتش بازی اور چراغاں کرنا، روحوں کی آمد کا عقیدہ رکھنا وغیرہ یہ سب چیزیں نو ایجاد ہیں دین اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان سے مکمل اجتناب کرنا اور ان کاموں کو کرنا جن کا کتاب وسنت میں حکم ہے ایک مومن کا طرۂ امتیاز ہے معمولی سے معمولی بدعت بھی ایک مسلمان کے ایمان وعقیدے کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ علامہ ابو محمد البر بہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معمولی بدعت سے بھی بچو کیونکہ یہی بعد میں بڑی ہو جایا کرتی ہیں۔ (شرح السنۃ بحوالہ تنبیہ اولی الابصار ص ۷۵)

یہ حقیقت ہے کہ امت مسلمہ میں جتنی بھی بدعتیں رائج ہیں یہ سب ابتداء میں معمولی شکل میں نمودار ہوئیں رفتہ رفتہ بڑی شکل میں رواج پا گئیں۔ اہل علم نے آیت کریمہ "فلیحذر الذین" سے استدال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے آپ کے حکم کو ترک کردینے کا لازمی نتیجہ دو سزاؤں میں سے ایک کو بتلایا گیا ہے اس لئے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں دین میں نت نئی چیزیں ایجاد کرتے ہیں یا دوسروں کے اقوال کو مختلف حیلوں کے ذریعہ سنت رسول پر ترجیح دیتے ہیں انہیں اس آیت پر ضرور غور کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی ﷺ کی اتباع کی توفیق بخشے۔ آمین

حلقۂ حدیث

اعمال صالحہ دخول جنت کا سبب ہیں

● ابو یاسر سنابلی

عن ابی عبداللہ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما ان رجلا سال رسول اللہ ﷺ قال أرایت اذا صلیت المکتوبات وصمت رمضان احللت الحلال والحرمت الحرام ولم ازد علی ذلک شیئا ادخل الجنۃ قال نعم۔(مسلم، کتاب الایمان باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ حدیث:۱۱۹)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا آپ مجھے بتلائیں اگر میں فرض نمازوں کو ادا کروں اور رمضان کا روزہ رکھوں اور حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام سمجھوں اس پر کچھ اضافہ نہ کروں، کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

تشریح وتوضیح:

اعمال صالحہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور حصول جنت کا سبب ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکھف:۱۱۰) تو جسے اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال انجام دے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

عمل صالح وہ ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو اور خلوص وللٰہیت کے ساتھ انجام دیا جائے اس لئے کہ ریاء کاری اور بدعت بربادی عمل کا سبب ہے۔

اعمال صالحہ کے بہت سارے فوائد وبرکات ہیں جن کا ذکر کتاب وسنت میں موجود ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:۹۷)

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال بہترین بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

مذکورہ بالا حدیث میں چند اعمال صالحہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جو دخول جنت کا سبب ہیں۔حدیث رسول ﷺ میں حج اور زکوٰۃ کا تذکرہ نہیں ہے ممکن ہے کہ اس وقت حج فرض نہ رہا ہو اور سائل کی حالت سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ تنگ دست ہے اور زکوٰۃ کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔فرض نمازوں کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، یہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔اسے بھی دخول جنت کا سبب کا قرار دیا گیا ہے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **من صلی البردین دخل الجنۃ** جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر) مزید آپ کا ارشاد گرامی ہے: **لن یلج النار احد صلی قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا یعنی الفجر والعصر** (صحیح مسلم کتاب المساجد)

جو کوئی سورج نکلنے سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھتا ہے وہ ہرگز جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔

رمضان کا روزہ بھی دخول جنت کا سبب ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **کل عمل ابن آدم له الا الصیام فانه لی وانا اجزی به وفی روایة مسلم یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی**

ترجمہ: بندہ کا ہر عمل خود اس کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے کہ وہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بندہ اپنی جنسی خواہش، اپنا کھانا پینا صرف میرے لئے چھوڑتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

روزے داروں کو جنت کی خصوصی بشارت دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے قیامت والے دن اس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے اس کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے (اور اس سے داخل ہو جائیں گے) ان کے سوا اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث میں وارد **احللت الحلال** کا معنی ہے کہ میں حلال کو حلال مان کر اس پر عمل کروں اس میں واجب، مستحب مباح سب داخل ہیں اور **حرمت الحرام** کا معنی حرام کو حرام مان کر اس سے دور رہوں۔ اگر کسی نے حرام کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھا تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح حلال کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے سے بھی آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص نے بغیر کمی بیشی کے حلال پر عمل کیا اور حرام کاموں سے باز رہا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، حلال و حرام یہ حدود اللہ ہیں ان میں کمی بیشی یا ان سے تجاوز کرنا صریح گمراہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: **تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ** (بقرہ:۲۲۹)

ترجمہ: یہ اللہ کی حدود ہیں ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کے حد سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ان حدود کے قریب بھی جانے سے روکا ہے: **تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ** (بقرہ:۱۸۷)

یہ اللہ کی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ بچیں۔

شارح اربعین نووی تحریر فرماتے ہیں کہ جملہ انسانی اعمال یا تو دل سے کئے جاتے ہیں یا دیگر جسمانی اعضاء سے اور شریعت نے انہیں کرنے کی اجازت دی ہے یا ان سے روکا ہے۔ جن کاموں کی اجازت ہے وہ حلال ہے اور جو ممنوع کام ہیں وہ حرام ہیں۔ اس لحاظ سے حرام و حلال میں سارے کام داخل ہو جاتے ہیں لہٰذا جو شخص حلال کو حلال سمجھ کر اپنائے اور حرام کو حرام سمجھ کر دور رہے اس نے پورے دین پر عمل کر لیا کیونکہ حلال و حرام سے باہر کوئی چیز نہیں۔ (شرح اربعین نووی ص ۱۰۰)

اس حدیث یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو دینی مسائل معلوم نہ ہوں تو اسے اہل علم سے دریافت کر لینا چاہئے۔ اس شرم وحیا نقصاندہ اور قابل مذمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالحہ انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین

اداریہ

کرپشن کا بڑھتا سیلاب اور اس کا حل

● عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

رشوت خوری، بدعنوانی، کرپشن اور بے ایمانی آج کل ہندوستانی اخبارات کی زینت بنے ہوئے ہیں، آئے دن ہندوستان کے کسی نہ کسی صوبے، علاقے یا آفس ومحکمے میں رشوت خوری اور بدعنوانی کے سنگین معاملات منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ اور یہ تو صرف ایک جھلک ہوتی ہے، نہ جانے کتنے ایسے اور اس سے زیادہ سنگین معاملات ہوں گے جو میڈیا، اخبارات اور عوام کی نگاہوں سے دور رکھے جاتے ہیں۔ ہزار دس ہزار، لاکھ دس لاکھ نہیں بلکہ اربہا ارب روپے روزانہ بدعنوانی اور رشوت خوری کی بھینٹ چڑھا دیے جاتے ہیں اور ان کے آگے پیچھے نہ جانے کتنی دولت اور ثروت سمیٹی اور دبائی جاتی ہے۔

رشوت خوری اور بدعنوانی کے یہ سنگین جرائم قانون کی نگاہ میں ناقابل معافی جرم اور باعث سزا سمجھے جاتے ہیں مگر شاید کہ یہ ہندوستانی کلچر کا ایک حصہ بن چکے ہی۔ اور ہر کس وناکس کی طبیعت میں رچ بس چکے ہیں اور اگر اسکینڈل رونما نہ ہوں تو کتنے لوگوں کا راتوں رات امیری کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔ سیاستدانوں کی تو شاید یہ سوچ بن گئی ہے کہ اگر بدعنوانی سے علاحدگی اختیار کر لی جائے تو حق سیاست ادا نہ ہوگا اور بڑی بڑی وزارتیں اور منسٹریاں اور ان کی پُرکیف لذتیں حاصل نہ ہوں گی۔ الغرض رشوت ستانی اور بدعنوانی ہر جگہ عام ہو چکی ہے، ہر کسی کا محبوب چلن بن چکی ہے، ایک عادت سی ہو گئی ہے، تعلیم کے نام پر، دھرم کے نام پر، اقلیتوں کے نام پر، ذات برادری کے نام پر، عوامی سہولیات اور فلاح وبہبود کے نام پر یوجنائیں اسی لیے بنائی جاتی ہیں کہ انھیں عوام تک پہونچنے سے پہلے لوٹ لیا جائے، تجزیہ نگاریوں کا یہ تبصرہ برمحل ہے کہ پبلک کے نام پر بڑی بڑی یوجنائیں، فلاحی وتعمیراتی فنڈ اور ترقیاتی منصوبے صرف اس لیے پاس کیے کرائے جاتے ہیں کہ ان میں بھاگیداری اور حصہ داری بھرپور ملے گی اور اگر ان میں حصہ داری سے محرومی کا خدشہ ہو تو سیاستدانوں اور آفیسران کے لیے ان میں کوئی دلچسپی کا سامان نہیں۔ رشوت خوری، بدعنوانی تو اب تو ہر کامیاب ونفع بخش محکمے کی پہچان بن چکی ہیں، اور یہی سامان زیست، اور گزران حیات تصور کیے جاتے ہیں۔ لیکن اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس کے بھیانک اور مضر اثرات سے بھی ہر فرد شا کی ہے۔ عوام تو عوام رشوت خور اور بدعنوان آفیسران بھی بے اطمینان نظر آتے ہیں۔ ان کے کالے کرتوتوں سے کوئی بھی مطمئن نہیں ہے، بے اطمینانی اور اضطراب کی کیفیت ہر جگہ یکساں اور کہیں کہیں کم وبیش موجود ضرور ہے لیکن اس کا حل کیا ہے؟ مداوی کیا ہے؟ علاج کیا ہے؟ تدارک کیا ہے؟ اس سے جھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے؟ قومی فنڈ کو کیسے محفوظ رکھا جائے؟ ترقیاتی کاموں کو رشوت اور بدعنوانی سے بچا کر عوام تک کیسے پہنچایا جائے؟ یہ اور اس طرح کے بے شمار سوالات ہیں جو ذہنوں میں ابھرتے ہیں۔ دراصل انھیں انتہائی

باریکی اور دقت نظری، ایمانداری سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمارا تو تجربہ ہے کہ جب ہمارے اندر ایمانداری تھی، قومی غیرت قائم تھی، مفاد پرستی اور حرص وہوس نامی سے معاشرہ پاک تھا۔ خودغرضانہ ذہنیت اور اس کے ناپاک جذبات ناپید تھے۔ ایک دوسرے کی فکرمندی تھی، روح اجتماعیت محبتوں اور ایثار کی بنیادوں پر باقی تھی، حیاداری، عزت نفس اور خودداری کے حسین کردار اور اس کی رعنائیاں تھیں تو ہم سے ایماندارانہ کرداروں کا ظہور ہوتا تھا اور ہم حرص وہوس کے جرائم اور ناپاک عزائم سے دور رہتے تھے، جب تک لوگوں کی نگاہوں میں گرنا اور عوام میں بدنامی کا داغ ہمارے لیے باعث عار اور قابل ملامت تھا اس وقت تک ہماری ایک شناخت تھی پوزیشن تھی، ذمہ دارانہ اور غیرت مندانہ جذبات تھے، پاک ارادے اور نیک اعمال تھے اور ہماری شرافت نفس اور غیرت انسانی مذکورہ جرائم کے ارتکاب میں آڑے آجایا کرتی تھیں۔لیکن جب سے قومی غیرت کا خاتمہ ہوا، عزت نفس ہم سے رخصت ہوئی، خودداری اور حیاداروں کا جنازہ نکالا گیا تو اس کے نتیجے میں انسانی نفس بے لگام ہوگیا، جگہ جگہ بے ایمانی کے مظاہرے رونما ہونے لگے، حرص وہوس پرستی نے شرم وحیا کو بالائے طاق رکھنے پر مجبور کردیا، شکم پروری اور مفاد پرستی نے آنکھوں سے آب شرافت لڑھکا دیا اور پھر جرائم۔ بدعنوانیاں، کرپشن اور بے ایمانیاں انسان کی زندگی کا عنوان بن گئیں۔ضرورت ہے کہ قومی غیرت کو زندہ کیا جائے، انسانی شرافتوں کے ان اصولوں کو زندہ کیا جائے جو حیاداری اور عزت نفس کی تعلیم دیتی ہیں۔

جب تک قومی غیرت اور انسانی شرافت بیدار نہ ہوگی، بدعنوانی اور بے ایمانی جیسے سنگین جرائم کا سدباب ممکن نہیں۔

اسلامی آئین نے تو اسی کو احساس ذمہ داری، عزت نفس وخلوص، تقویٰ اور خشیت الٰہی جیسا پیارا نام دیا ہے۔اور اہل ایمان ہی نہیں بلکہ انسانوں کو اللہ کے یہاں جوابدہی اور محاسبہ کا احساس دلایا ہے۔اگر تقویٰ شعاری، احساس ذمہ داری محاسبہ اور جوابدہی کا جذبہ فراواں انسان میں بیدار ہوجائے تو پولیس، کورٹ، کچہری یا کسی عدالت اور کمشنری تک معاملات لے جانے کی ضرورت نہیں، بلکہ معاشرہ خود بخود اس کی روشنی میں ایماندار، غیرت مند، صحت منداور رشوت وبدعنوانی اور اس کے بھیانک وسنگین اثرات سے محفوظ وپاک ہوگا، ہر ایک کو جوابدہی اور محاسبۂ الٰہی کا احساس اور اس کے نتیجہ میں کرپشن وبدعنوانی سے دور رہنے کی فکر دامن گیر ہوگی۔اور اس طرح ہماری قومی غیرت اور انسانی شرافت بھی بے داغ اور سلامت رہے گی۔

کرپشن کے خاتمہ کے لیے اسلام کے عائلی ومعاشرتی آئین کو پڑھنے اور پھیلانے کی ضرورت ہے۔دین اسلام کرپشن اور بدعنوانی سے پاک صالح اور پاکیزہ معاشرہ وحکومت کی تشکیل میں جو سنہرا دستور عالم انسانیت کو دیا ہے وہ قابل فخر اور لائق اتباع ہیں۔ارباب اقتدار اور اہل سیاست کو چاہیے کہ ان کا بنظر غائر مطالعہ کریں، اور اسے سنہرے وپاکیزہ معاشرے کی تشکیل کے لیے نسخۂ کیمیا کے طور پر آزمائیں، ان شاء اللہ العزیز یہ آزمائش بالکل کھری اور پرفیکٹ ہوگی اور دنیا کو اس سے اطمینان اور امن وراحت نصیب ہوگی۔رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ قومی غیرت اور انسانی شرافت اور اسلامی تقویٰ وخشیت کی بنیادوں پر ہمیں ایماندارانہ کرداروں کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین تقبل یارب العالمین۔

✿✿✿✿

اسلامیات

رمضان المبارک کا استقبال کیسے کریں؟

● اشفاق احمد سنابلی

رمضان المبارک اسلامی تقویم کا وہ مقدس مہینہ ہے جس کا اہل ایمان شدت سے انتظار کرتے ہیں۔اور کئی ماہ پہلے سے ہی اس کی تیاریوں میں جٹ جاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ہر ماہ چاند کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے: **اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضَی رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ**۔اے اللہ! اس کو ہم پر امن وایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔(سنن ترمذی: ابواب الدعوات)

رمضان کا مہینہ آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادات میں مزید تیزی پیدا کر دیتے تھے چنانچہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب زاد المعاد میں صحیح بخاری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کثرت سے اللہ کی عبادت کرتے تھے۔جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آپ قرآن کریم کا دراسہ کرتے آپ رمضان المبارک میں حد درجہ فیاض ہو جاتے۔رمضان المبارک میں آپ کی فیاضی مثل تیز ہوا کے ہوتی۔(زاد المعاد: ۲/۳۲)

بالکل اسی طرح آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی رمضان کی آمد پر خوش ہو جاتے، یہ خوشی کیوں نہ ہو جب کہ یہ مہینہ رحمت اور برکت کا مہینہ ہے اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے خطائیں زیادہ سے زیادہ معاف ہوتی ہیں یہ نیکیاں کمانے کا بہترین سیزن ہوتا ہے۔علامہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کو دیگر گیارہ مہینوں کے ساتھ وہی نسبت خاص ہے جو نسبت یوسفؑ کو اپنے گیارہ بھائیوں کے ساتھ حاصل تھی برادران یوسف نے اپنی تمام تر سازشوں کے بعد یوسفؑ کو پہچان کر اپنے خطاؤں کی معافی مانگی اور یوسفؑ نے خوش دلی کے ساتھ ان کو معاف کر دیا۔گیارہ مہینوں کے گناہ گار بندے تائب ہو کر رمضان المبارک کے قدر شناس بنتے ہیں عبادت ذکر الٰہی اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں تو ان سے ماہ رمضان زبان حال سے کہتا ہے **لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین**۔جاؤ تم سب آزاد ہو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرے وہ بہت زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔(**بستان الواعظین فی حدیقۃ العارفین**: ص ۸۱ بحوالہ راہ اعتدال، رمضان نمبر)

یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بھی بیان کی ہے۔**من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه**

ہمیں چاہئے کہ سچے دل سے اس ماہ مبارک کا استقبال کریں اور اس ماہ کے آداب کا پاس ولحاظ رکھیں اور یہ ماہ مبارک جن چیزوں کا تقاضا کرتا ہے انہیں بھی ہم پورا کریں۔عربی شاعر کہتا ہے ؎

اتـــی رمضـــان مزرعـــة العباد
لتطهـــير القلـــوب مـــن الفســـاد
فـــأد حقوقـــه قـــولا وفعـــلا
وزادک فاتخـــــذه للمعـــــاد
ومـــن زرع الحبـــوب وماســـقاها
تـــاوّه نادمـــا وقـــت الحصـــاد

ترجمہ: رمضان المبارک بندوں کے کھیتی کا مہینہ ہے، یہ دلوں کو گندگیوں سے پاک کرنے کا مہینہ ہے تو اے لوگو! اپنے قول وفعل سے اس ماہ کے حقوق ادا کرو اور آخرت کے لئے توشہ تیار کرو اور جس نے کھیتی لگائی اور سیراب نہیں کیا تو وہ کھیتی کے کٹائی کے وقت نادم وپشیمان ہوگا۔

کچھ کرنے کے کام:

رمضان المبارک میں ہمیں بہت سارے امور انجام دینے ہیں تبھی اس کی خوشیاں ہمیں میسر ہونگی ذیل میں انہیں امور کو مختصراً پیش کیا جارہا ہے:

۱۔رمضان کا روزہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾

(البقرہ: ۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

روزہ کے فوائد:

روزے دار کو ایک ماہ میں روزہ رکھنے کے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان میں تقویٰ، صبر، قبولیت دعا وغیرہ شامل ہیں۔ روزہ عملی شکر کی بہترین مثال ہے۔ دن بھر بھوک و پیاس سے اللہ کی نعمتوں کا انسان خلوص دل سے اعتراف کرتا ہے اس کے دل میں شکر الٰہی بجالانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، روزوں کے باعث باہمی اتحاد واتفاق کا مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے۔

واضح رہے کہ صوم صرف یہی نہیں کہ صبح صادق سے کھانا پینا وغیرہ ترک کردے بلکہ جس طرح روزے دار کے لئے کھانا پینا اور ہمبستری کرنا ممنوع ہے اسی طرح روزے کی حالت میں زبان ودیگر اعضاء کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس شخص نے جھوٹ اور جھوٹی بات پر عمل کو ترک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی چنداں ضرورت نہیں کہ بندہ کھانا پینا ترک کرے اور روزہ رکھے۔ (بخاری کتاب الصوم)
اگر مسلمان اس حدیث نبوی ﷺ کے مطابق روزہ رکھیں تو ان کے نفس کی بہترین تربیت ہوگی اور یہ روزہ ان کے کرادر کو سنوارنے میں اہم رول ادا کرے گا۔

۲۔تراویح کا اہتمام کرنا:

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان کی حالت میں ثواب سمجھ کر کیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح)

۳۔تلاوت قرآن مجید کا اہتمام کرنا:

رمضان المبارک کا مہینہ قرآن کا مہینہ ہے۔ اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا ہمیں رمضان کی مبارک ساعتوں کو غنیمت سمجھتے ہوئے کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہئے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کثرت سے پڑھا کرو اس

لئے کہ قیامت والے دن اپنے پڑھنے والے ساتھیوں کے لئے قرآن سفارشی بن کر آئے گا۔(مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین)

۴۔دعاواستغفار کا اہتمام کرنا:

رمضان المبارک کے کل ایام دعا کی قبولیت کے ہیں اللہ تعالیٰ اس ماہ میں کثرت سے اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تین دعائیں قبول ہوتی ہیں۔مسافر کی دعا۔روزے دار کی دعا۔مظلوم کی دعا۔ (ترمذی، کتاب الدعوات)

آخری عشرہ میں عبادات کا زیادہ اہتمام کرنا:

ویسے تو پورا رمضان نیکیوں کا موسم بہار ہے اور عبادت واطاعت کا خصوصی مہینہ ہے لیکن اس کا آخری عشرہ اس موسم عبادت کا نقطۂ عروج ہے۔اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ پیروی کرتے ہوئے آخری عشرے میں خوب محنت کر کے اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے آخری عشرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ **اذا دخل العشر الاواخر من رمضان احیا اللیل وایقظ اھلہ و شد المئزر** (متفق علیہ) جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار رکھتے اور خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔

آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر ہے۔ایک مومن کو اس کی بھی تلاش ہونی چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر ملنے پر یہ دعا پڑھو: **اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ**۔(ترمذی ابواب الذکر) اے اللہ! بے شک تو بہت معاف کرنے والا ہے،معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے پس تو مجھے معاف فرمادے۔

احادیث میں لیلۃ القدر کی تخصیص نہیں کی گئی ہے اس لئے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی ایک کو قدر کی رات قرار دینا درست نہیں۔بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ ان مبارک طاق راتوں میں حمد ونعت،تقاریر اور دروس اور کھانے پینے میں مشغول رہتے ہیں اور پوری پوری رات انہیں چیزوں کی نظر ہوجاتی ہے۔عبادات، ذکرواذکار، تلاوت قرآن ودیگر اہم عبادتوں سے محروم رہ جاتے ہیں لوگوں اس پر غور کرنا چاہئے۔

آخری عشرہ میں اعتکاف بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ **کان رسول اللہ یجاور فی العشر الاواخر من رمضان ویقول تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان** (متفق علیہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔

ان اہم امور کے علاوہ روزے داروں کے لئے افطاری کا اہتمام کرنا، اس ماہِ مبارک میں کثرت سے صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا بڑے ہی اجر وثواب کا کام ہے۔

اسلامی بھائیو اور بہنو! رمضان المبارک کو غنیمت سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ انجام دینے کی کوشش کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضان کے مبارک لمحات یونہی ضائع ہوجائیں اور ہم کف افسوس ملتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی قدر کرنے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

✿✿✿✿

رد بدعت

نصف شعبان کی شب میں جشن منانے کی حقیقت

تحریر: سماحۃ الشیخ امام ابن باز رحمہ اللہ ● ترجمہ، تخریج وتعلیق: ابوعبداللہ عنایت اللہ مدنی

الحمد لله الذي أكمل لنا الدين، وأتم علينا النعمة، والصلاة والسلام على نبيه ورسوله محمد نبي التوبة والرحمة، أمابعد:

ارشاد باری ہے:{ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا }[المائدۃ:۳]

آج میں نے تمہاری خاطر تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا۔

نیز ارشاد ہے:

{أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ}[الشوری:21]

کیاان کیلئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے اللہ کے دین میں اللہ کی فرمائی ہوئی چیزوں کے علاوہ احکام دین مقرر کر دیئے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ)۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبۂ جمعہ میں فرمایا کرتے تھے:

(أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ)

امابعد، بیشک سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بدترین امور نئی ایجاد کردہ بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور اس معنی کی بیشمار آیات و احادیث ہیں جو صریح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی نے اس امت (محمدیہ) پر اپنے دین کی تکمیل فرمادی ہے، اور اس پر اپنی نعمت پوری کردی ہے، نیز کھلم کھلا دین پہنچانے، اللہ کے مشروع کردہ جملہ اقوال و افعال کو امت کے سامنے بیان کر دینے اور یہ واضح کر دینے کے بعد ہی اللہ کے رسول ﷺ کی اس دنیا سے وفات ہوئی ہے کہ آپ کے بعد جو بھی اقوال و اعمال لوگ ایجاد کرکے دین کی طرف منسوب کریں گے وہ بدعت ہوگی، اور ہر بدعت بدعتی کے منہ پر دے ماری جائے گی۔ اس مسئلہ کو صحابہ کرام ؓ نے، ان کے بعد علماء اسلام نے سمجھا، چنانچہ بدعتوں کا انکار کیا اور اس سے لوگوں کو ڈرایا، جیساکہ تعظیم سنت اور انکار بدعت کے موضوع پر تصنیف

کرنے والے ہر مصنف مثلاً ابن وضاح، طرطوشی، اور ابوشامہ وغیرہم نے اس بات کو ذکر کیا ہے۔

بعض لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات میں سے ایک بدعت شعبان کی پندرہویں شب میں جشن منانے اور اس دن خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنے کی بھی ہے۔ جبکہ اس کی کوئی لائق اعتماد دلیل نہیں ہے، اس کی پندرہویں شب کے بارے میں کچھ ضعیف و بے بنیاد حدیثیں وارد ہیں، اور جو حدیثیں اس شب میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ ساری کی ساری موضوع و من گھڑت ہیں، جیسا کہ بے شمار اہل علم نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ ان شاء اللہ ان کی کچھ باتیں یہاں ذکر کی جائیں گی، اسی طرح اس سلسلہ میں اہل شام وغیرہ کے بعض سلف سے کچھ آثار بھی منقول ہیں۔

لیکن اس سلسلے میں جمہور علماء امت کا جس بات پر اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اس شب میں جشن منانا بدعت ہے، اور اس شب کی فضیلت میں وارد ہونے والی ساری حدیثیں ضعیف اور بعض موضوع و بے اصل ہیں، اس کی نشاندہی کرنے والوں میں سے امام حافظ ابن رجب ہیں جنھوں نے اپنی کتاب ''لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف'' (ص ۲۳۶۔ ۲۸۲) وغیرہ میں اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔

اور ضعیف حدیثوں پر ان عبادات میں عمل کیا جاتا ہے جن کی اصل کتاب وسنت کے صحیح دلائل سے ثابت ہو، جہاں تک شعبان کی پندرہویں شب میں جشن منانے کا مسئلہ ہے تو اس کی کوئی صحیح اصل ہی نہیں کہ ضعیف احادیث کی طرف رخ کیا جائے۔ یہ عظیم الشان قاعدہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ (دیکھئے: مجموع الفتاویٰ ۱۰/ ۲۳۴)

قارئین کرام! میں اس مسئلہ میں علماء کرام کے بعض اقوال ذکر کرتا ہوں، تاکہ آپ پر مسئلہ کی حقیقت آشکارا ہو جائے، علماء کرامؒ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن مسائل میں لوگوں کا اختلاف اور تنازعہ ہو جائے اُن کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانا ضروری ہے، اور دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک سے جس بات کا فیصلہ ہو جائے اسے واجب الاتباع سمجھنا، اور جو کچھ اس کے خلاف ہو اسے ترک کر دینا ضروری ہے، اور جو عبادتیں قرآن و سنت سے ثابت نہ ہوں ان کا کرنا جائز نہیں، چہ جائے کہ ان کی دعوت دی جائے اور انہیں سراہا جائے۔ جیسا کہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا} [النساء:۵۹]۔ اے مومنو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے اختیار والوں کی، اور اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرلو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹادو اگر اللہ اور روز آخرت پر تمہارا ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

{وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ} [شوری:۱۰]۔ اور کسی بھی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔

تیسری جگہ ارشاد ہے:

{قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ} [آل عمران:۳۱]۔ آپ ﷺ

کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

چوتھی جگہ ارشاد ہے:

{فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا} [النساء:۶۵]۔

تمہارے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی مسائل میں آپ کو اپنا حکم (فیصل اور جج) نہ مان لیں، اور پھر آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں کوئی حرج اور تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔

اور اس معنی کی آیتیں بکثرت ہیں جو صریح طور پر اختلافی مسائل کو کتاب وسنت کی طرف لوٹانے، ان کے فیصلہ پر راضی بہ رضا ہونے، اور اسی انداز اطاعت کے مقتضائے ایمان اور انسانوں کیلئے دنیا و آخرت میں بہتر اور نیک انجام کا سبب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ اپنی کتاب ''لطائف المعارف'' (ص ۲۶۳) میں اس مسئلہ کے تعلق سے کچھ باتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''اور شام کے کچھ تابعین جیسے، خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرھم شعبان کی پندرہویں شب کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، اس رات کی فضیلت لوگوں نے انہی سے لی ہے، اور بتایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اس سلسلہ میں کچھ اسرائیلی آثار (یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کی بیان کی ہوئی جھوٹی روایتیں اور من گھڑت قصے کہانیاں) مل گئے تھے۔ اور جب یہ چیز ان کے ذریعہ مختلف شہروں میں مشہور ہوئی تو لوگ اختلاف کرنے لگے، بعض لوگ ان کی بات مان کر ان کے موافق ہوگئے، ان میں بصرہ کے عابدوں وغیرہ کی بھی ایک جماعت تھی، جب کہ اکثر علمائے حجاز نے اس کا انکار کیا، ان میں سے حضرت عطاءؒ، ابن ابی ملیکہؒ وغیرہما ہیں، اور یہی بات عبد الرحمن بن زید بن اسلمؒ نے فقہائے اہل مدینہ سے بھی نقل فرمائی ہے، نیز امام مالکؒ کے اصحاب وغیرھم کا بھی یہی کہنا ہے، ان سبھوں نے ان ساری چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے۔

اس رات میں عبادت کے طریقہ کے بارے میں علمائے اہل شام کی مندرجہ ذیل دو رائیں ہیں:

پہلی رائے: مسجد میں اکٹھا ہو کر اس رات میں عبادت کرنا مستحب ہے، خالد بن معدان اور لقمان بن عامر اور دوسرے لوگ اس رات میں اچھے کپڑے زیب تن کرتے، دھونی دیتے، سرمہ لگاتے، اور رات بھر مسجد میں عبادت کرتے۔ اسحاق بن راہویہ اس رائے کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس رات میں مساجد میں اکٹھا ہو کر عبادت کرنا بدعت نہیں ہے، اسے حرب کرمانی نے اپنے ''مسائل'' میں ذکر فرمایا ہے۔

دوسری رائے: اس رات میں نماز، قصص، اور دعاؤں وغیرہ کیلئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ و ناپسندیدہ ہے، البتہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھے تو مکروہ نہیں، یہ امام اور فقیہ اہل شام امام اوزاعی کا قول ہے، اور ان شاء اللہ یہی قریب ترین قول ہے۔

مزید آگے فرماتے ہیں: (ص ۲۶۴): اور شعبان کی پندرہویں رات میں امام احمد بن حنبل سے کوئی بات نہیں ملتی، البتہ اس رات میں عبادت کے استحباب کے بارے میں ان سے دو روایتیں اُن دو روایتوں سے نکلتی ہیں جن میں عید کی دونوں راتوں میں عبادت کا ذکر ہے۔ عید کی ان دو روایتوں میں سے

ایک میں آپ رات میں اکٹھا ہو کر عبادت کے عدم استحباب کے قائل ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کوئی بات منقول نہیں ہے، جبکہ دوسری روایت میں استحباب کے قائل ہیں کیونکہ تابعین میں سے عبدالرحمن بن زید بن الاسود ایسا کیا کرتے تھے......تو اسی طرح سے شعبان کی پندرہویں شب کا مسئلہ بھی ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، بلکہ تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے جو اہل شام کے مشہور فقہاء میں سے ہیں۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کی بات کا مقصود ختم ہوا، جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کے بارے میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ اور جہاں تک امام اوزاعیؒ کے علیحدہ طور پر عبادت کرنے کو مستحب کہنے اور حافظ ابن رجب کے اس قول کو اختیار کرنے کا مسئلہ ہے، تو وہ ایک عجیب وغریب اور ضعیف امر ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کی مشروعیت شرعی دلائل سے ثابت نہ ہو کسی مسلمان کیلئے اللہ کے دین میں اس کا ایجاد کرنا جائز نہیں، چاہے وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، خفیہ طور پر ہو یا علانیہ طور پر، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان عام ہے:

(مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ)۔ جس کسی نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے (بخاری)۔

اور اسکے علاوہ دیگر دلائل ہیں جو بدعت کے انکار اور اس سے بچنے پر دال ہیں۔

امام ابو بکر طرطوشی اپنی کتاب "الحوادث والبدع" (ص ۸۴) میں فرماتے ہیں: "اور ابن وضاح زید بن اسلم سے روایت

....

(*) حدیث مکحول سے متعلق ایک اشکال اور اس کا ازالہ

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" (۳/ ۱۳۵ تا ۱۳۹/ نمبر ۱۱۴۴، نیز دیکھئے: ۴/ ۸۶ حدیث نمبر ۱۵۶۳) میں حدیث مکحول کی تخریج اس طرح فرمائی ہے: ابن ابی عاصم فی السنۃ، حدیث نمبر (۵۱۲)، وابن حبان، ۱۲/ ۴۸۱، حدیث نمبر (۵۶۶۵)، والطبرانی فی الکبیر، ۲۰/ ۱۰۹، حدیث نمبر (۲۱۵)، وابونعیم فی الحلیۃ، ۵/ ۱۹۱، والبیہقی فی شعب الایمان، ۵/ ۲۷۲، حدیث نمبر (۶۶۲۸)، بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

(يطلع الله إلى خلقه في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشركٍ أو مشاحن)۔

پندرہویں شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے، سوائے مشرک اور باہم بغض وعداوت رکھنے والے کے۔

پھر فرماتے ہیں: "یہ حدیث صحیح ہے، صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مختلف سندوں سے مروی ہے، بعض سے بعض کو تقویت حاصل ہوتی ہے، وہ صحابہ یہ ہیں: معاذ بن جبل، ابوثعلبہ خشنی، عبداللہ بن عمرو، ابوموسیٰ اشعری، ابو ہریرہ، ابو بکر صدیق، عوف بن مالک اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم، پھر ان آٹھوں سندوں کی مفصل تخریج کی ہے اور ان کے رجال پر چار صفحات پر مشتمل طویل گفتگو فرمائی ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: "و جملة القول أن الحديث بمجموع هذه الطرق صحيح بلا ريب و الصحة تثبت بأقل منها عددا ما دامت سالمة من الضعف الشديد كما هو الشأن في هذا الحديث" [الصحیحہ: ۳/ ۱۳۹]۔

یعنی خلاصۂ کلام یہ کہ یہ حدیث ان تمام سندوں کی بنیاد پر بلاشبہ صحیح ہے، اور صحت تو اس سے کم تعداد سے بھی ثابت ہو جاتی ہے بشرطیکہ سندیں شدید ضعیف نہ ہوں جیسا کہ اس حدیث کی حالت ہے۔ امام العصر علامہ البانی رحمہ اللہ کی اس تصحیح کی بنا پر بعض احباب میں ماہ شعبان کی پندرہویں شب کے سلسلہ میں بے چینی پیدا ہوگئی ہے کہ ایک روایت ہی سہی اگر ثابت اور صحیح ہے تو اس کے فضائل اور اس میں نیکیوں وغیرہ کی انجام دہی کو بالکلیہ نظر انداز کر دینا مناسب نہیں!!

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا'' ہم نے اپنے مشائخ وفقہاء میں سے کسی کو نہ پایا کہ وہ شعبان کی پندرہویں شب کی طرف ذرا بھی نظر

اس اشکال کے ازالہ کے لئے دو باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

اولاً: محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ اس دور کے نہایت بلند پایہ اور عظیم المرتبت محدث اور آسمان فقہ واجتہاد کے آفتاب وماہتاب تھے، اس کی سب سے واضح دلیل علم حدیث وعلل اور رجال واسانید کی دقیق علمی بحثوں پر مشتمل آپ کی سیکڑوں کتابیں ہیں، اسی طرح فقہ وفتاویٰ پر مشتمل چھ ہزار سے زائد علمی کیسٹیں ہیں جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی ہیں، جبکہ امت کے کبار علماء ومحققین کی شہادتیں اس کے علاوہ ہیں۔ آپ کا یہ علمی ورثہ امت کے علماء وطلبہ اور باحثین ومحققین کا مرجع ہے، آپ نے اس دور میں امت کو مستند وغیر مستند کی چھان بین اور جانچ پرکھ کی فکر عطا فرمائی ہے اور امت کے علماء وطلبہ کو بحث وجستجو اور تحقیق وتنقیح کا شفاف ذوق اور ملکہ عطا کیا ہے، فجزاہ اللہ عنا خیراً۔

لیکن ظاہر ہے کہ آپ ایک فرد بشر ہیں امت کے دیگر قدیم وجدید علماء کی طرح آپ سے بھی اجتہادی غلطی اور خطا کا صدور ممکن ہے، اس لئے آپ کی باتوں میں عصمت یا عدم خطا کا تصور صحیح نہیں، نہ ہی مقلدانہ انداز میں آپ کی باتوں کو لینا ہی درست ہے، بلکہ آپ نے اپنے شاگردان کو ہمیشہ اس سے منع فرمایا ہے اور بحث وجستجو کی تعلیم دی ہے، کیونکہ علمی مسائل میں اجتہاد کی تبدیلی یا اجتہادی غلطی ممکن ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ علم جمود قبول نہیں کرتا! چنانچہ علامہ رحمہ اللہ کا یہ تاریخی جملہ ملاحظہ فرمائیں:

''يعلم من شاءَ الله أن يعلم أن العلم لا يقبل الجمود، فهو في تقدم مستمر من خطأ إلى صواب، ومن صحيح إلى أصح، وهكذا... وليعلموا أننا لا نصرّ على الخطأ إذا تبيّن لنا'' [سلسلة الأحاديث الضعيفہ: ۱/ ۴۴، مقدمہ طبع اول]۔

یعنی جسے اللہ توفیق دے وہ جان لے کہ علم جمود قبول نہیں کرتا، بلکہ مسلسل ترقی پذیر ہوا کرتا ہے، غلط سے صحیح اور صحیح سے صحیح تر کی طرف اس کا سفر جاری ہوتا ہے ۔۔ اور یہ بھی جان لے کہ ہم غلطی کے واضح ہوجانے کے بعد اس پر اڑے نہیں رہتے۔

اور الحمد للہ اہل علم جانتے ہیں کہ عملی طور امام موصوف رحمہ اللہ نے ایسا کیا بھی ہے، متعدد حدیثوں پر اپنے پہلے حکم سے خود ہی رجوع کرلیا ہے، چنانچہ آپ کے تراجعات پر مشتمل کئی جلدوں میں کتاب مطبوع اور متداول ہے۔

اہل علم کی تحریروں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی کچھ معاملہ حدیث مذکور پر علامہ رحمہ اللہ کے حکم کا بھی ہے، صورت مسئلہ یہ ہے کہ علامہ رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ میں مذکورہ حدیث کی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سند کو ابن لہیعہ نامی راوی کے سبب ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ سلسلہ صحیحہ میں (۴/ ۸۶ حدیث نمبر ۱۵۶۳) میں ہے، لیکن اسے دیگر سات صحابۂ کرام سے مروی سندوں کی متابعت اور شہادت کی بنا پر مجموعی طور سے صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ گفتگو کے آغاز میں مذکور ہے۔

لیکن حقیقت مسئلہ یہ ہے کہ جن راویوں کی روایتوں کو علامہ موصوف رحمہ اللہ نے قابل متابعت وشہادت قرار دیا ہے، انہیں ائمہ حدیث وعلل اور جرح وتعدیل جیسے امام دارقطنی، امام عقیلی، امام بیہقی، امام بخاری، امام بزار، امام ابن خزیمہ، امام ابن عدی، امام ابوحاتم رازی، امام ابن الجوزی، امام ابوشامہ دمشقی، امام ابن القیم، امام عراقی اور دیگر اہل علم نے حد درجہ ضعیف قرار دیا ہے، قابل متابعت وشہادت نہیں سمجھا ہے، بلکہ وہ رواۃ بذات خود اس قدر ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں کہ ان سے دوسری روایتوں کو تقویت نہیں مل سکتی، اختصار کے پیش نظر بلند پایہ اہل علم کی کتابوں کے چند حوالے نقل کئے جاتے ہیں، جن میں مذکورہ روایات اور ان کے روایان پر علمائے کرام نے گفتگو کی ہے اور ان میں پوشیدہ علل اور نکارتوں کی نشاندہی فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ العلل للدارقطنی (۶/ ۵۰، ۳۲۳، نمبر ۹۷۰ و ۱۱۶۹)۔
۲۔ سوالات البرقانی للدارقطنی (۳۰۴)۔
۳۔ کتاب النزول للدارقطنی (ص ۱۵۵ تا ۱۷۲)۔
۴۔ کتاب الضعفاء للعقیلی (۳/ ۲۹ و ۷۸۸ تا ۷۸۹)۔
۵۔ الموضوعات لابن الجوزی (۲/ ۴۴۰ تا ۴۴۵)۔
۶۔ العلل لابن ابی حاتم (نمبر ۲۰۱۲)۔
۷۔ العلل المتناهیة فی الاحادیث الواهیة لابن الجوزی (۲/ ۵۵۶ تا ۵۶۲، نمبر ۹۱۵ تا ۹۲۴)۔

التفات کرتے ہوں، اور نہ مکحول کی حدیث کی طرف(*)، اور نہ ہی دوسری راتوں پر اس رات کی کوئی فضیلت سمجھتے تھے"۔(دیکھئے:

....

۸۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (۶/ ۵۳۵ نمبر ۱۴۶۰ و ۵/۴۵۰، ۳۰۹/۵)۔
۹۔ التاریخ الکبیر للبخاری (۵/ ۴۲۴)۔ ۱۰۔ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۸/ ۳۰۶ تا ۳۰۷)۔
۱۱۔ کتاب المجروحین لابن حبان (۲/ ۱۳۶)۔ ۱۲۔ التوحید لابن خزیمہ (۲/ ۳۲۵ نمبر ۲۰۰)۔
۱۳۔ لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف لابن رجب (ص ۲۶۳)۔ ۱۴۔ البحر الزخار المعروف بمسند البزار (۱/ ۱۲۶، ۲۰۶)۔
۱۵۔ إحیاء علوم الدین للغزالی بتخریج العراقی (۲/ ۳۶۶)۔ ۱۶۔ لیلۃ النصف من شعبان وفضلھا لابن الدبیثی بتحقیق عمرو بن عبد المنعم سلیم (ص ۸۸)۔
۱۷۔ المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن القیم بتحقیق یحیٰی بن عبد اللہ الثمالی باشراف الشیخ بکر أبو زید رحمہ اللہ (ص ۸۶)۔ وغیرہ

مذکورہ بالا حوالہ جات میں مسئلہ سے متعلقہ احادیث کے راویان پر کی گئی شدید جرح کے پیش نظر اہل علم نے متابعات وشواہد کی بنا پر امام البانی رحمہ اللہ کی تصحیح مذکور کو قابل اعتماد نہیں قرار دیا ہے بلکہ قدیم علماء جرح وتعدیل کے فیصلے کو ہی باقی اور ثابت رکھا ہے۔

امام ابو شامہ دمشقی رحمہ اللہ اپنی کتاب "الباعث علی انکار البدع والحوادث" میں امام ابو الخطاب ابن دحیہ کلبی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں:

"قال أهل التعديل والتجريح ليس في حديث ليلة النصف من شعبان حديث يصح" (ص ۳۳)۔

اہل جرح وتعدیل فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کے سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفي فضل ليلة نصف شعبان أحاديث متعددة، وقد اختلف فيها، فضعّفها الأكثرون، وصحّح ابن حبان بعضها" (لطائف المعارف: ۲۶۱)

نصف شعبان کی فضیلت میں کئی حدیثیں آئی ہیں، اور ان میں اختلاف ہے، چنانچہ اکثریت نے تو انہیں ضعیف قرار دیا ہے، البتہ امام ابن حبان نے بعض کو صحیح کہا ہے۔

امام حافظ عقیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب الضعفاء (۳/ ۲۹) میں رقمطراز ہیں:

"وفي النزول في ليلة النصف من شعبان أحاديث فيها لين، والرواية في النزول في كل ليلة أحاديث ثابتة، فليلة النصف من شعبان داخلة فيها إن شاء الله"۔ نصف شعبان کی شب میں نزول الٰہی کے سلسلہ میں کچھ احادیث ہیں جن میں ضعف ہے، اور ہر شب اللہ کے نزول کی بابت کئی احادیث ثابت ہیں، جس میں نصف شعبان کی شب بھی ان شاء اللہ داخل ہے۔

اور خود علامہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ عمرو بن عبد المنعم سلیم امام ابن الدبیثی رحمہ اللہ کی کتاب "لیلۃ النصف من شعبان وفضلھا" کی تحقیق (ص ۸۸) میں فرماتے ہیں:

"شیخ علامہ محدث شام محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نصف شعبان کی فضیلت میں وارد حدیث کی مجموع طرق کی بنیاد پر تصحیح کی طرف گئے ہیں، جیسا کہ "السلسلۃ الصحیحۃ" (نمبر ۱۱۴۴) میں ہے۔

جبکہ نصف شعبان کی خصوصیت یا فضیلت کے سلسلہ میں وارد احادیث کی سندوں کا جائزہ لینے کے بعد جو نتیجہ میرے سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے، البتہ جہاں تک مسئلہ اس شب میں اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول فرمانے کا ہے تو اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں، کیونکہ صحیح سنت کی روشنی میں ہر رات اللہ کا نزول ثابت ہے"۔

اور یہی بات امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے فرمائی ہے، چنانچہ امام ابو عثمان الصابونی رحمہ اللہ اپنی کتاب "عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث" (ص ۵۱) میں نقل فرمایا ہے:

"۔۔۔حدثنا محمد بن سلام، سألت عبد الله بن المبارك عن نزول ليلة النصف من شعبان، فقال عبد الله: يا ضعيف ليلة النصف! ينزل في كل ليلة"۔

محمد بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے نصف شعبان کی شب میں اللہ کے نزول کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اے کمزور!

البدع والنهي عنها لابن وضاح ص ۵۳) اور ابن ابی ملیکہ سے کہا گیا کہ زیاد کہتا ہے: ''شعبان کی نصف شعبان کی کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ تو ہر شب نزول فرماتا ہے۔

اسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی شرح الاصفہانیۃ میں ذکر کیا ہے، دیکھئے: لوامع الأنوار البھیۃ (۱/ ۲۴۴)۔

خلاصہ کلام اینکہ نصف شعبان کی شب کی فضیلت وخصوصیت کے سلسلہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے، اسی لئے اس دور کے سلفی علماء کرام جیسے سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہما اللہ اور دیگر لوگوں کی رائے بھی یہی ہے۔

مجموع طرق کی بنیاد پر مذکورہ روایت کی صحت یا اس کی اصل ہونے کی بات اور دیگر علماء کرام نے بھی کہی ہے جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۱۳۶)، امام مجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ (فیض القدیر للمناوی ۲/ ۳۱۷)، امام عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ (تحفۃ الأحوذی ۳/ ۴۴۱)، اور اسی طرح امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے السنۃ (۱/ ۲۷۳، نمبر ۵۰۸) میں عباد سے نقل فرمایا ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات اپنی جگہ ایک عمومی بات ہے، محققین کی تصریحات اور رواۃ وروایات پر کلام کے بعد مسئلہ کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔

علی کل حال دو باتوں کے قائلین ان شاء اللہ اجر کے مستحق ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ'' (متفق علیہ)۔

اگر حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہے، اور اگر فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست نہ ہو تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ انہیں اجر عظیم سے نوازے اور انہیں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے، آمین۔

ثانیاً: اگر بالفرض صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو ایسی صورت میں دو باتیں ہوں گی:

اول: یہ کہ اس روایت سے اس شب میں عام دنوں کی مشروع عبادات کے علاوہ مزید کسی خصوصی عبادت جیسے صلاۃ، صوم، تلاوت قرآن، شب بیداری یا جشن و تقریب وغیرہ کا ثبوت نہیں ملتا، اور نہ ہی بلا دلیل کسی مسلمان کے لئے کوئی عبادت کرنا جائز ہے، کیونکہ عبادات توقیفی ہیں، بلا دلیل شرعی ثابت نہیں ہو سکتیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں (الکواشف الجلیۃ عن لآلی رسالۃ العبودیۃ ص ۱۷۱، ومجموع الفتاویٰ ۱۰/ ۳۸ او ۲۸/ ۱۶):

''وجماع الدين أصلان: ألا نعبد إلا الله ولا نعبده إلا بما شرع، لا نعبده بالبدع. كما قال تعالى: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۝ [الکھف: ۱۱۰] ''۔

دین کا خلاصہ دو بنیادیں ہیں: ایک یہ کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، دوسرے یہ کہ ہم اس کے مشروع کردہ طریقہ کے مطابق ہی اس کی عبادت کریں، بدعات سے اس کی عبادت نہ کریں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: ترجمہ: تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''لَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ إِنَّ هَذَا مُسْتَحَبٌ أَوْ مَشْرُوعٌ إِلَّا بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُثْبِتَ شَرِيعَةً بِحَدِيثٍ ضَعِيفٍ'' (مجموع الفتاویٰ: ۱۰/ ۴۰۹)۔ کسی دلیل شرعی کے بغیر یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ عمل مستحب یا مشروع ہے، نہ ہی یہ جائز ہے کہ کوئی ضعیف حدیث سے شریعت ثابت کرے۔

معلوم ہوا کہ بالفرض صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو کوئی اضافی عبادت انجام دینا صحیح نہ ہوگا۔

ڈاکٹر سعید بن علی قحطانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''فإن صح هذا الحديث في فضل ليلة النصف من شعبان كما يقول الألباني حفظه الله فليس فيه ما يدل على تخصيص ليلتها بقيام ولا يومها بصيام، إلا ما كان يعتاده المسلم من العبادات المشروعة في أيام السنة، لأن العبادات توقيفية.'' (نور الھدیٰ وظلمات الضلال للدکتور سعید القحطانی ص ۲۶۹)۔

اگر نصف شعبان کی شب کی فضیلت میں امام البانی (رحمہ اللہ) کے بقول یہ روایت صحیح ہے، تب بھی اس سے اس شب میں خصوصیت کے ساتھ عبادتیں کرنا اور

پندرہویں شب کا ثواب لیلۃ القدر کی طرح ہے''، تو انہوں نے فرمایا ''اگر میں اس کو یہ کہتے ہوئے سنتا اور میرے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی تو میں اس کی پٹائی کرتا''، زیاد ایک قصہ گو تھا (دیکھئے: مصنف عبد الرزاق ۴/ ۳۱۸ نمبر ۷۹۲۸)۔ امام طرطوشی کی بات ختم ہوئی۔ (دیکھئے: الحوادث والبدع ص ۸۵)۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الفوائد المجموعۃ'' (۱/ ۶۷

....

اس کے دن میں روزہ رکھنا ثابت نہیں ہوتا، سوائے اتنی مشروع عبادت کے جسے مسلمان سال کے دیگر ایام میں انجام دیتا ہے، کیونکہ عبادات توقیفی ہیں (یعنی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتیں)۔

دوم: یہ کہ اگر بالفرض صحت تسلیم کرلی جائے تو زیادہ سے زیادہ اس روایت سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اس شب کو خصوصیت کے ساتھ شرک و بدعت اور باہمی نفرت وعداوت سے محفوظ رکھ کر گزارنا چاہئے کیونکہ روایت کے مطابق تمام لوگوں کی مغفرت ہوجاتی ہے سوائے مشرک بدعتی اور باہم نفرت اور دشمنی رکھنے والے کے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں امام مروذی کی کتاب ''الورع'' میں ایک روایت نقل کی گئی ہے، فرماتے ہیں کہ ''میں نے ابوعبداللہ یعنی امام احمد بن حنبل سے کہا: ایک صاحب خیر آدمی سے قطع کلام کرلیا ہے کیونکہ اس نے ایک شخص پر جھوٹی تہمت لگائی ہے، حالانکہ وہ میرا قریبی بھی ہے، اور یہ واقعہ نصف شعبان سے قبل کا تھا، تو آپ نے فرمایا: جاؤ جیسے بھی ممکن ہو اس شخص سے بات کرو، میری قرابت کے پہلو سے آپ کو اندیشہ ہوگیا کہ کہیں میں قطع کلامی کے سبب گنہ گار نہ ہوجاؤں۔۔آپ نے تاکید سے فرمایا: جاؤ اس شخص سے جاکر بات کرو۔ (دیکھئے: الورع للمروذی ص ۱۷۷، نمبر ۵۴۵)۔

لہٰذا صحت کی صورت میں یہ حدیث خصوصیت کے ساتھ اس شب میں شرک باللہ، بدعت اور باہمی رنجش وعداوت سے حفاظت کا سبب ہوگی۔

ایک لطیف نکتہ:

نصف شعبان کی شب میں جن کو مغفرت سے محروم کئے جانے کی بات کہی گئی ہے وہ ہیں: ''مشرک'' اور ''مشاحن''۔

۱۔ مشرک: تو ہم جانتے ہی ہیں کہ جو اللہ کی ذات، صفات، عبادات اور افعال میں کسی کو شریک ٹھہرائے۔

۲۔ مشاحن: کے دو معنیٰ ہیں: ایک معنیٰ ہے شحناء یعنی عداوت، نفرت اور دشمنی کرنے والا۔

اور دوسرا معنیٰ ہے ''بدعتی'' جیسا کہ علامہ ابن الأثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''النہایۃ فی غریب الحدیث'' میں ''مشاحن'' کا معنیٰ بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"المُشاحِن: المُعادِي والشحناء العَداوة. والتَشاحُن تفاعُل منه. وقال الأوزاعي: أراد بالمُشاحِن هاهنا صاحب البِدْعة المفارق لجماعة الأمّة"۔

یعنی مشاحن: کے ایک معنیٰ دشمنی کرنے والے کے ہیں، شحناء کے معنیٰ عداوت کے ہیں، تشاحن اسی سے تفاعل کا صیغہ ہے۔

اور دوسرا معنیٰ بیان کرتے ہیں کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مشاحن'' سے یہاں امت کی جماعت سے الگ ہوجانے والا بدعتی مراد ہے۔ (دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث ۲/ ۴۴۹، نیز دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی ۴/ ۸۷ نمبر ۱۵۶۳)۔

معلوم ہوا کہ علامۃ الشام امام عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ کے بقول مشاحن کا معنیٰ بدعتی ہے۔

اب ذرا غور کریں کہ حدیث اپنی صحت کی صورت میں امت کو کیا پیغام دے رہی ہے، کیا بلا دلیل صلاۃ، صوم، تلاوت، شب بیداری اور جشن وغیرہ عبادات کی انجام دہی کرکے بدعت کرنے کی دعوت دے رہی ہے یا پھر اس شب میں خصوصیت کے ساتھ شرک و بدعت اور باہمی عداوت سے اجتناب کرکے اپنی مغفرت کا سامان کرنے کی۔

کاش یہ حدیث صحیح ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا کہ اس پیاری رات میں خصوصیت کے ساتھ شرک و بدعت اور باہمی عداوت کی قباحت وشناعت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ ایسا کرنے والے بخشش الٰہی سے محروم کردیئے جائیں گے۔

بھلا ہم ان بھائیوں کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جو بفرض صحت اس حدیث پر عمل کرکے شرک و بدعت سے بچنے کے بجائے خود اسی حدیث کو دلیل بنا کر اس کی مخالفت کرتے ہوئے اس شب کو بے دلیل من مانی عبادات انجام دیکر گزارتے ہوں؟ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

نمبر ۱۴۸) میں رقمطراز ہیں:

یہ حدیث: "یا علي من صلی مائة رکعة لیلة النصف من شعبان یقرأ في کل رکعة بفاتحة الکتاب و قل هو الله أحد عشر مرات قضی الله له کل حاجته ۔۔إلخ "، کہ "اے علی! جس نے نصف شعبان کی شب میں سو رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد کی دس مرتبہ تلاوت کی، تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر ضرورت پوری فرمادیگا"، "موضوع" ہے۔

اور خود اس کے الفاظ میں کرنے والے کیلئے اتنے اونچے ثواب کا ذکر ہے کہ جس انسان کو ذرا بھی طریقہ تمیز ہوگا اس کے جھوٹی اور من گھڑت ہونے میں شبہہ نہیں کرے گا، اس روایت کے سارے راویان مجہول وگمنام ہیں، اس کی دوسری اور تیسری سند بھی ہے لیکن سب کی سب موضوع اور جھوٹ ہیں، اور ان کے جملہ رواۃ مجہول ہیں۔

"المختصر" میں فرماتے ہیں: "پندرہویں شعبان کی نماز والی حدیث باطل ہے"، اور ابن حبان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث: "إذا کان لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها و صوموا نهارها" کہ "جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اس میں عبادتیں کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو"، "ضعیف" ہے۔"

اللآلی" میں فرماتے ہیں: "نصف شعبان میں سو رکعتیں، ہر رکعت میں سورہ اخلاص کی دس مرتبہ تلاوت، اور لمبی فضیلت والی مسند دیلمی وغیرہ کی روایت "موضوع" ہے۔ اس کے اکثر راویان تینوں سندوں میں مجہول اور ضعیف ہیں۔ فرماتے ہیں "بارہ رکعتیں، ہر رکعت میں تیس مرتبہ سورہ اخلاص کی تلاوت والی روایت موضوع ہے، نیز چودہ رکعتوں والی روایت موضوع ہے۔

اور اس حدیث سے فقہائے کرام کی ایک جماعت جیسے، صاحب "الاحیاء" وغیرہ اسی طرح مفسرین کی ایک جماعت کو دھوکہ لاحق ہوگیا۔ اس شب کی نماز مختلف انداز سے مروی ہے، لیکن ساری کی ساری روایتیں باطل ہیں۔ اور یہ روایت ترمذی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی رسول اللہ ﷺ کی بقیع جانے، اللہ رب العزت کے آدھی رات کو آسمان دنیا پر نزول فرمانے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ کی بخشش فرماتا ہے وغیرہ کی حدیث کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ یہ بات دراصل اس شب میں ادا کی جانے والی من گھڑت نماز کی ہورہی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت بھی ضعیف اور منقطع ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کی نصف شعبان کی شب میں عبادت والی مذکورہ روایت بھی اس نماز کے من گھڑت ہونے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ حضرت علیؓ کی روایت ضعیف ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ (دیکھئے الفوائد المجموعۃ للشوکانی ۱/ ۷۵۔۷۶ نمبر ۱۴۸ اور الموضوعات لابن الجوزی ۲/ ۱۲۷)۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں: "پندرہویں شعبان کی شب کی نماز والی حدیث موضوع اور نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔ (تخریج الاحیاء ۲/ ۳۶۶)

امام نووی اپنی کتاب "المجموع" میں رقم فرماتے ہیں: "ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں مغرب وعشاء کے درمیان بارہ رکعت پڑھی جانے والی جو نماز "صلاۃ الرغائب" کے نام سے مشہور ہے، اور پندرہویں شعبان کی شب میں پڑھی جانے والی سو رکعت نماز، یہ دونوں نمازیں خطرناک بدعت ہیں، ان نمازوں اور اس سلسلہ میں بیان کی جانے والی حدیث کے "قوت القلوب" اور "احیاء علوم الدین" جیسی کتابوں میں مذکور ہونے سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے، کیونکہ یہ ساری چیزیں باطل و بے اصل ہیں۔ اسی

طرح بعض ان علماء کے بھی دھوکہ میں نہیں آنا چاہیئے جنھوں نے ان دونوں نمازوں کے بارے میں صحیح علم نہ ہونے کے سبب ان کے استحباب کے بارے میں اوراق اور پمفلٹس تصنیف کر دیئے، کیونکہ ان کا ایسا کرنا غلط ہے۔

امام ابومحمد عبد الرحمن بن اسماعیل المقدسیؒ نے ان دونوں نمازوں کے بطلان کے سلسلے میں بڑی عمدہ کتاب لکھی ہے، جس میں بڑی خوش اسلوبی سے اس مسئلہ کو واضح کیا ہے۔(دیکھئے: المجموع شرح المہذب للنووی ۴/۵۶)۔

اس مسئلہ میں علماء کی بہت زیادہ باتیں ہیں، اگر ہم مسئلہ کی ساری باتوں کو ذکر کریں تو بات بڑی لمبی ہوجائے گی۔ امید کہ ہم نے جتنا ذکر کیا ہے متلاشیٔ حق کیلئے وہی کافی ہیں۔

اور سابقہ آیات واحادیث اور اہل علم کی باتوں سے جویائے حق کے لئے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ نصف شعبان کی شب میں جشن منانا اور اس روز خاص طور سے روزہ رکھنا بیشتر علماء کے نزدیک ایک بدترین بدعت ہے۔ اور شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس کا وجود عہد صحابہ کے بعد ہوا ہے۔(امام ابو بکر طرطوشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابومحمد المقدسی نے مجھے خبر دی وہ فرماتے ہیں: "ماہ رجب اور شعبان میں جو یہ "صلاۃ الرغائب" پڑھی جاتی ہے' ہمارے یہاں بیت المقدس میں کبھی نہ تھی، ہمارے یہاں سب سے پہلے اس کا وجود ۴۴۸ھ میں ہوا، وہ اس طرح کہ ابن ابو الحمراء نامی ایک شخص نابلس سے ہمارے یہاں بیت المقدس آیا، وہ ذرا خوش آواز تھا، چنانچہ پندرہویں شعبان کی شب مسجد اقصیٰ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، اسے دیکھ کر ایک شخص اس کے پیچھے اور کھڑا ہوگیا، پھر تیسرے اور اسی طرح چوتھے کا اضافہ ہوا، یہاں تک کہ ختم ہوتے ہوتے پوری ایک جماعت ہوگئی، پھر آئندہ سال بھی وہ شخص آیا اور اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت نے اس کے ساتھ نماز ادا کی، اسی طرح اس کے بعد بھی، یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ اور لوگوں کے گھر گھر میں اس نماز کا چرچا ہوگیا، پھر یونہی معاملہ چلتا رہا، اور آج تک لوگ اسے سنت سمجھ کر اس پر عمل کرتے آرہے ہیں"۔(دیکھئے الحوادث والبدع للطرطوشی ص ۸۶)۔

مسئلہ ھذا اور دیگر مسائل میں حق چاہنے والے کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا"، اور اس معنی کی دیگر آیتیں نیز حدیث رسول ﷺ "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے" اور اس معنی کی دیگر احادیث ہی کافی ہیں۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(لاَ تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلاَ تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الأَيَّامِ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ)

راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور نہ ہی جمعہ کے روز کو دیگر ایام میں روزہ رکھنے کے لئے خاص کرو، ہاں اگر تم میں سے کوئی پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو اور جمعہ پڑ جائے تو کوئی بات نہیں۔

لہٰذا، معلوم ہوا کہ اگر کسی بھی قسم کی عبادت کے لئے کسی رات کو خاص کرنا جائز ہوتا تو جمعہ کی رات دیگر راتوں کی بہ نسبت عبادت کیلئے زیادہ موزوں اور لائق تھی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث کی صراحت کے مطابق جمعہ کا دن سب سے اچھا دن ہے

جس میں سورج طلوع ہوا۔لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی رات کو عبادت کیلئے خاص کرنے سے منع فرمایا ہے،تو دیگر راتوں کو بدرجہ اولیٰ کسی بھی قسم کی عبادت کیلئے خاص کرنا جائز نہیں،الا یہ کہ کوئی صحیح دلیل ہو جس سے تخصیص کا پتہ چلتا ہو۔اور پھر جس طرح شب قدر اور شبہائے رمضان میں عبادت و ریاضت کرنا مشروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس کی رہنمائی کی،ان میں عبادت کی ترغیب دلائی،اور خود بھی عمل کیا جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)۔

''جو شخص ایمان کے ساتھ،اجروثواب کی نیت سے رمضان المبارک میں قیام کرتا ہے اسکے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں'' اور ''جو شخص ایمان کے ساتھ،اجروثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کرتا ہے اسکے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں'' (متفق علیہ)۔

اسی طرح اگر شعبان کی پندرہویں شب یا رجب کے پہلے جمعہ کی شب،اسراء و معراج کی شب کو بھی کسی قسم کے جشن یا عبادت کیلئے خاص کرنا مشروع ہوتا تو آپ ﷺ نے ضرور اپنی امت کو اس کی رہنمائی کی ہوتی،یا آپ ﷺ نے خود کیا ہوتا،اور اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور امت تک اسے منتقل کرتے،اسے امت سے پوشیدہ نہ رکھتے کیونکہ وہ سب سے بہتر اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد امت کے سب سے زیادہ بہی خواہ لوگ تھے۔رضی اللہ عن اصحاب رسول اللہ ﷺ وارضاہ۔

ابھی علماء کرام کے فرمودات سے یہ بات واضح ہوئی کہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات اور شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بات ثابت نہیں،لہٰذا،معلوم ہوا کہ ان راتوں میں جشن منانا،محفلیں منعقد کرنا ایک نومولود چیز ہے،اسی طرح ان راتوں کو کسی بھی قسم کی عبادت کیلئے خاص کرنا بھی ایک گھناؤنی بدعت ہے۔اسی طرح رجب کی ستائیسویں شب،جس کے بارے بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ اسراء اور معراج کی رات ہے،سابقہ دلائل کی روشنی میں اسے نہ تو کسی قسم کی عبادت کیلئے خاص کرنا جائز ہے اور نہ ہی اس میں جشن منانا جائز ہے۔یہ اس صورت میں جب ہمیں معلوم ہو کہ ستائیس رجب ہی تاریخ اسراء و معراج ہے،حالانکہ علماء کے صحیح قول کی روشنی میں شب اسراء و معراج نامعلوم ہے،ستائیس رجب کو اسراء و معراج کی رات کہنے والوں کی بات فضول ہے،احادیث صحیحہ میں اس کی کوئی بنیاد نہیں،اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

وخير الأمور السالفات على الهدى
وشر الأمور المحدثات البدائع

اور سب سے بہتر امور وہ ہیں جو ہدایت کی راہ (کتاب و سنت) پر گذرے چلے آئے ہیں،اور سب سے بدتر امور نئی نئی انوکھی بدعتیں ہیں۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو سنت کے التزام،اس پر ثابت قدمی اور اس کی مخالفتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔بلاشبہ وہ بڑا فیاض اور کرم والا ہے۔وصلی اللہ وسلم علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔(مجموع فتاویٰ ابن باز رحمہ اللہ (۱/۱۸۶))۔

رد بدعت

سچا ولی کون؟

● ابو عبداللہ مدنی

ولایت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

عربی زبان میں ''ولایت'' کے معنیٰ قربت اور دوستی کے ہیں، یہ عداوت کی ضد ہے، جس کے معنیٰ دوری اور دشمنی کے ہیں۔ (معجم مقاییس اللغۃ ۶/۱۴۱، والقاموس المحیط ۱۲/۱۷۱، ومختار الصحاح ۷۳۶)

شریعت کی اصطلاح میں ''ولایت'' دین کے ایک ایسے عظیم مقام و مرتبہ کا نام ہے، جس سے صرف وہ شخص سرفراز ہوسکتا ہے جو دین کے تمام امور کو ظاہری و باطنی طور پر سرانجام دینے والا ہو، (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، از لالکائی، ۹/۷)۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کا ولی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں اس کی موافقت کرتے ہوئے اس سے دوستی رکھے، اور اللہ کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے اس سے قریب ہو'' (مجموع فتاویٰ، ۱۱/۶۲)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کا ولی وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کا پابند اور اس کی عبادت میں مخلص ہو'' (فتح الباری ۱۱/۳۴۲)۔

کرامت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

''کرامت'' ملامت کی ضد ہے، اصطلاح شرع میں کرامت ایسے خارق عادت (خلاف عادت) امر کو کہتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے ہاتھوں پر ان کی عزت افزائی کے لئے ظاہر فرماتا ہے'' (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، از لالکائی، ۹/۱۵)۔ واضح رہے کہ کرامت کا وقوع ایک اضافی شے ہے، ولایت کیلئے کرامت کا ظہور شرط نہیں ہے (اولیاء اللہ عقلاء لابن تیمیہ، ص ۲۱، ۲۲)۔

کرامت کا وقوع و عدم وقوع:

کرامت کے ظہور و عدم ظہور کے سلسلہ میں درج ذیل تین رائیں ہیں:

۱- یقیناً اللہ کے اولیاء اور صالحین پر کرامتوں کا ظہور حق ہے، البتہ ان کی حیثیت انبیاء کرام پر ظاہر ہونے والے معجزات کی طرح نہیں ہوتی ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کے باوجود اولیاء انبیاء سے کمتر ہیں، ان میں کسی کی کرامت کبھی بھی رسولوں کے معجزات تک نہیں پہنچ سکتی'' (النبوات: ص ۴۰)

۲- اللہ کے اولیاء سے کرامات کا ظہور برحق ہے، لیکن اس میں کوئی قید و بند نہیں ہے، چنانچہ جو چیزیں انبیاء سے بطور معجزہ ظاہر ہوتی ہیں، وہ اولیاء سے بطور کرامت ظاہر ہوسکتی ہیں، یہ اشاعرہ (صفات الٰہی کے باب میں ایک گمراہ فرقہ) کی رائے ہے۔

۳- انبیاء کرام کے علاوہ کسی سے خرق عادت کا ظہور نہیں ہوسکتا، یہ معتزلہ (صفات الٰہی کے باب میں ایک گمراہ فرقہ)، فلاسفہ، ابن حزم اور بعض اشاعرہ جیسے ابو اسحاق اسفرائینی اشعری نیز بعض عقل پرستوں کی رائے ہے۔

راجح قول: کرامات کے ظہور و عدم ظہور کے سلسلہ میں مؤخر

الذکر دونوں رائیں کتاب وسنت کے معروف ومشہور دلائل کے خلاف ہیں، اس سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ انبیاء کرام کے خوارق کے علاوہ (اس سے کمتر) چیزیں اللہ کے صالح بندوں سے کرامۂ ظہور پذیر ہوسکتی ہیں، بشرطیکہ کتاب وسنت کے اصول سے ٹکراتی نہ ہوں، (جیسا کہ ان اصولوں کا بیان کرامات کے ضوابط کے تحت ان شاء اللہ ہوگا) یہی بات کتاب وسنت کے دلائل اور سلف امت سے ثابت ہے۔

اولیاء کی قسمیں:

اولیاء کی دو قسمیں ہیں:

۱-رحمانی اولیاء۔ ۲-شیطانی اولیاء۔

☆ رحمانی اولیاء کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد باری تعالیٰ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ (یونس: ۶۲، ۶۳) ”سنو! اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں“۔

۲-فرمان الٰہی: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ (البقرۃ: ۲۵۷) ”اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی اور دوست ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے“۔

۳-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (المائدۃ: ۵۶) ”اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور مومنوں سے دوستی رکھے، تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی“۔

☆ شیطانی اولیاء کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۲۵۷)۔ ”اور کافروں کے اولیاء شیطان ہیں، جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ ہمیش اسی میں رہیں گے“۔

۲-وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (النساء: ۷۶)۔ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت (غیر اللہ) کی راہ میں لڑتے ہیں، لہٰذا تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو، بلاشبہ شیطان کی چال انتہائی کمزور ہے“۔

۳-وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ (النساء: ۱۱۹)۔ ”اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائیگا وہ صریح نقصان میں ہوگا“۔

۴- اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۷)۔ ”ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے“۔

۵-وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓي اَوْلِيٰۗـــِٕــهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝ (انعام: ۱۲۱) ”اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جدال کریں، اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے“۔

اولیاءاللہ کے مراتب:

یوں تو مقام ولایت رحمانی ایمان اور تقویٰ پر منحصر ہے، جو شخص ایمان اور تقویٰ میں جس قدر ممتاز ہوگا اسی قدر وہ اللہ کا کامل ولی ہوگا، لیکن مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولیاء اللہ کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں، ارشاد ہے: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ (فاطر:۳۲)

''پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب (قرآن مجید) کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں پسند فرمایا، پھر بعض تو ان میں سے اپنی نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض متوسط درجہ کے ہیں، اور بعض ان میں سے اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہ بہت بڑا فضل ہے''۔

آیت کریمہ میں **''ظالم لنفسہ''** سے مراد وہ مومن ہے جو بعض فرائض و واجبات میں کوتاہی کرتا ہو، اور بعض حرام امور کا مرتکب ہو۔

اور **''مقتصد''** سے مراد وہ ہے جو فرائض و واجبات کو انجام دے اور محرمات سے کنارہ کش ہو، البتہ بعض مستحبات کا تارک اور بعض مکروہات کا مرتکب ہو۔ نیز **''سابق بالخیرات''** سے مراد وہ ہے جو تمام فرائض و واجبات و مستحبات کو انجام دے اور تمام محرمات و مکروہات اور افضل کے مقابلہ میں بعض مباح کو بھی ترک کردے۔ (المصباح المنیر فی تہذیب تفسیر ابن کثیر: ۸۹۷)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''سابق بالخیرات بلا حساب و کتاب جنت میں جائے گا اور مقتصد اللہ کی رحمت سے، اور ظالم لنفسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے'' (الطبرانی: ۱۱/۱۸۹)

اصحاب خوارق کی قسمیں:

کرامات کے اثبات کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جس کسی کے ہاتھ پر خارق عادت امر کا ظہور ہو جائے اسے اس کی کرامت سمجھی جائے، اور اسے اولیاء اللہ کی فہرست میں شامل کیا جائے، کیونکہ اس سلسلہ میں لوگوں کی کئی قسمیں ہیں، چند قسمیں درج ذیل ہیں، تاکہ سچی اور جھوٹی ولایت کا فرق سمجھنے میں آسانی ہو:

۱- ایسے لوگ جو مومن، متقی، صالح اور ظاہری و باطنی طور پر شریعت کے جملہ امور کی بجا آوری کرنے والے ہوں، اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کو قولاً و عملاً اپنا اسوہ اور آئیڈیل سمجھتے ہوں، اور امت کے دیگر افراد پر اپنی کوئی اضافی فضیلت نہ سمجھتے ہوں، اور نہ ہی اپنے نفسوں کی طہارت و پاکی بیان کرتے ہوں، تو ایسے لوگوں کے خوارق کو (اگر واقعی ثابت ہوں تو) کرامت اور انہیں ولایت سے متصف مانا جاسکتا ہے۔

۲- ایسے کافر اور فاسق و فاجر لوگ جو دراصل شیطان کے مہرے ہیں اور شیطان ان کا مہرہ ہیں، یہ لوگ جادو، کہانت، شعبدہ بازی اور دجل و فریب کے دیگر ہتھکنڈوں کے ذریعہ لوگوں کو خلاف عادت چیزیں دکھاتے ہیں، اور انہیں گمراہ کرتے ہیں، ایسے لوگ اولیاء الرحمن نہیں بلکہ اولیاء الشیطان ہیں، ان کی ایک پہچان یہ ہے کہ یہ لوگ شریعت کے واجبات اور محرمات سے بالکل بے پروا ہوتے ہیں، چنانچہ ایسے لوگ ولایت کی دو بنیادی شرطوں ایمان اور تقویٰ سے عاری ہونے کے سبب ولایت کی صف میں نہیں آسکتے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ (الشعراء: ۲۲۱-۲۲۳)

’’کیا میں تمہیں بتاؤں کی شیاطین کس پر اترتے ہیں، وہ ہر ایک جھوٹے گنہ گار پر اترتے ہیں، اچٹتی ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اوران میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں‘‘۔

۳- تیسری قسم ان جاہل، سادہ لوح عبادت گذاراور صوفیاء کی ہے جنھیں شیطان نے شعوری یا غیر شعوری طور پر گمراہ کرر کھا ہے، یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی تنہائی میں کوئی عجیب وغریب چیز دیکھتے ہیں یا کوئی غیر مانوس آواز سنتے ہیں تو یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انہیں فرشتہ پکار رہا ہے، یا غیبی امور منکشف ہورہے ہیں، اسی طرح ایسے لوگوں کے سامنے کبھی شیطان کسی جانور مثلاً، کتے یا گدھے وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اورانہیں کسی غیر معلوم جگہ یا حج وغیرہ کیلئے لے جاتا ہے اوروہ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں کرامۃ ہورہی ہیں، حالانکہ یہ شیطانی فریب ہوا کرتے ہیں۔

حدیث ولایت کی تشریح اورانحرافات:

اللہ کے اولیاء، ان کے مراتب، ان کے حقوق اوران کے مقام ومرتبہ کے تعلق سے سب سے واضح اورصحیح ترین روایت وہ حدیث قدسی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”یقول اللہ تعالیٰ: من عاد لي ولیاً فقد آذنته بالحرب، وما تقرب إلي عبدي بشيئٍ أحب إلي مما افترضته علیه وما یزال عبدي یتقرب إلي بالنوافل حتی أحبه، فإذا أحببته کنت سمعه الذي یسمع به، وبصره الذي یبصر به، ویده التي یبطش بها، ورجله التي یمشي بها، وإن سألني لأعطینه ولئن استعاذبي لأعیذنه، وما ترددت عن شيء أنا فاعله ترددي عن نفس المؤمن یکره الموت وأنا أکره مساء ته“ (صحیح بخاری)۔

’’اللہ تعالی فرماتا ہے: جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرے فرائض سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں ہے جس سے میرا بندہ میرا قرب حاصل کرے، اور میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہے گا یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگوں گا، اور جب اس سے محبت کرنے لگوں گا تو میں اس کا کان بن جاؤں گا جس سے وہ سنے گا، اس کی آنکھ بن جاؤں گا جس سے وہ دیکھے گا، اس کا ہاتھ بن جاؤں گا، جس سے وہ پکڑے گا، اور اس کا پاؤں بن جاؤں گا جس سے وہ چلے گا، اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو ضروردوں گا، میری پناہ کا طالب ہوگا تو اسے پناہ دوں گا، مجھے جو کام کرنا ہوتا ہے اس سے میرے اندراس درجہ تردد نہیں ہوتا جس درجہ اس مومن کی روح قبض کرنے سے ہوتا ہے، جسے موت ناپسند ہوتی ہے، مجھے بھی اسے تکلیف دینا پسند نہیں ہوتا‘‘ (بخاری)۔

یہ اس حدیث کا واضح اوردوٹوک ترجمہ ہے، لیکن بدقسمتی سے حلولیوں، وحدۃ الوجود والشہود کا عقیدہ رکھنے والوں اورتصوف کے عاشقوں کواس حدیث کے چوتھے فقرہ ’’**فإذا أحببته کنت سمعه الذي یسمع به**‘‘ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے شدید انحراف کا شکار ہونا پڑا، چنانچہ وحدۃ الوجود کے قائلین نے کہا کہ اس حدیث کا حقیقی معنیٰ مراد ہے اوراللہ تعالیٰ ہی خود بندہ ہوجاتا ہے، جیسے کہ حضرت جبریل فرشتہ ہونے کے باوجود دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے (معاذ اللہ)، اسی طرح متاخرین صوفیاء کا بھی عقیدہ ہے کہ یہی مقام فنا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود بندے میں فنا ہوجاتا ہے، نیز بعض گمراہ لوگوں نے اس کا معنیٰ یہ سمجھا ہے کہ

جب بندہ تمام ظاہری وباطنی عبادات کرلیتا ہے تو وہ ہر طرح کی کدورتوں اور آلائشوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے حتیٰ کی وہ محو واللہ ہوجاتا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

یہ اور اس طرح کے دیگر انحرافات کے نتیجہ میں ان کے باطل عقائد نے انہیں اہل زیغ وضلال کی فہرست میں لاکھڑا کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس عقیدہ پر ایک دقیق رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس عقیدہ کی تردید کیلئے حدیث کا اگلا جملہ ''وإن سألني لأعطينه'' ہی کافی ہے کہ اگر اللہ محو ہی بندہ ہوجاتا ہے تو مانگنے والا اور دینے والا کون کون ہوں گے؟ (الفتح:۱۱/۳۵۲)۔

حدیث کے مذکورہ حصہ کا صحیح مفہوم:

حدیث کے ان الفاظ کا جو مفہوم سلف صالحین نے سمجھا اور بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنیٰ مقصود ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی نصرت وتائید کرے گا، اور بندہ ان اعضاء کو اللہ کی اطاعت میں استعمال کرے گا، اللہ کی مخالفتوں سے محفوظ رکھے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۱/۳۵۲) میں اس سلسلہ میں اہل علم کے سات اقوال نقل کیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو نیکیوں کی انجام دہی اور برائیوں سے دوری کی توفیق دے گا اور اپنی نصرت سے نوازے گا، چنانچہ وہ اپنے اعضاء جسمانی کان، ناک، آنکھ، ہاتھ، پیر، اور دل وغیرہ کو اللہ کی پسندیدہ چیزوں میں استعمال کرے گا، اس کے علاوہ صوفیوں، حلولیوں اور اتحادیوں نے جو معنیٰ سمجھا ہے وہ کتاب وسنت کے صریح مخالف ہے۔

معتمد کرامات کے چند نمونے:

اللہ تعالیٰ کے اولیاء تمام انبیاء کی امتوں میں رہے ہیں، اور ان کے ایمان وتقویٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انہیں کرامات سے بھی سرفراز فرمایا ہے، چنانچہ اگلی امتوں میں جو کرامات صادر ہوئی ہیں ان میں سے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل کا موجود ہونا، اصحاب کہف کا (۳۰۹) سال تک سوکر بیدار ہونا اور اس مدت میں سورج کی تمازت سے محفوظ رہنا، اصحاب الاخدود کے واقعہ میں جادوگر کے شاگرد کے ہاتھوں پتھر کی ایک ضرب سے خوفناک جانور کا ہلاک ہونا، آغوش مادر میں شیرخوار بچے کا بول پڑنا، اہل غار کی دعاؤں سے چٹان کھسک جانا، اور جریج راہب کی صفائی کیلئے شیرخوار بچہ کا گواہی دینا وغیرہ کتب احادیث سے ثابت ہیں۔

امت محمدیہ ﷺ کے صلحاء اور اولیاء میں سب سے اولین مقام کے حامل حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اور پھر تابعین ہیں، ان سے بھی کرامات کا صدور ہوا ہے، بطور نمونہ ذیل میں احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق تین مہمانوں کے ہمراہ گھر تشریف لے گئے، جب کھانا شروع کیا تو جو بھی لقمہ اٹھاتے، کھانا اس کے نیچے سے بڑھ کر اس سے زیادہ ہوجاتا، سب نے شکم سیر ہوکر کھایا، اور کھانا پہلے سے زیادہ باقی رہا، رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے آپ ﷺ نے بھی تناول فرمایا اور دوسرے لوگوں نے بھی شکم سیر ہوکر کھایا۔ (بخاری)

حضرت اسید بن حضیر جب سورہ کہف پڑھتے تھے تو آسمانوں سے فرشتے ان کی تلاوت سننے کیلئے چھتری نما روشنی کی شکل میں نازل ہوتے تھے (بخاری)۔

حضرات عباد بن بشر اور اسید بن حضیر ایک اندھیری رات میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے تو ان کے

سامنے ایک روشنی ظاہر ہوئی، اور وہ اس روشنی میں چلتے رہے، اور جب دونوں جدا ہوئے تو روشنی بھی الگ الگ ہو کر دونوں کے ساتھ ہوگئی (بخاری)۔

حضرت خبیب بن عدی کو مکہ میں مشرکین نے قید کر رکھا تھا، ان کے پاس انگور آتا تھا جسے وہ تناول فرماتے تھے، جبکہ ان دنوں مکہ میں انگور کا نام ونشان بھی نہ تھا (بخاری)۔

اروی بنت حکم نے حضرت سعید بن زید پر زمین کے بارے میں ایک جھوٹا الزام لگادیا، آپ نے بددعا کی کہ اے اللہ! اگر وہ جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کی بینائی سلب کرلے اور اسے اس کی زمین میں ہلاک کردے، چنانچہ وہ اندھی ہوگئی اور اپنی ہی زمین کے ایک گڑھے میں گر کر مرگئی (مسلم)۔

عامر بن فہیرہ شہید ہوئے تو ان کی لاش نہ ملی، اسے فرشتوں نے اٹھالیا، عامر بن طفیل نے بلند ہوتے ہوئے دیکھا (بخاری)۔

حنظلہ جب غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو انہیں فرشتوں نے غسل دیا۔

مشہور تابعی حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی کہ اگر وہ کسی مسئلہ میں اللہ کی قسم کھالیں گے تو اللہ ان کی قسم کو پوری کردیگا (بخاری)۔

یہ اور اس طرح کی دیگر کرامتیں کتب احادیث اور سیر وتاریخ میں موجود ہیں۔

شیطانی شعبدوں کے چند نمونے:

کرامات کے نام پر لوگوں میں اور بعض کتابوں میں عجیب وغریب قسم کے واقعات منقول ہیں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، یہ دراصل کرامات نہیں بلکہ شیطانی فریب اور تلبیسات ہیں جن کے ذریعہ وہ بعض جاہلوں کو گمراہ کرتا ہے، اس طرح کی ایک مثال حسب ذیل ہے:

* علامہ ابن الحاج نے المدخل (۳/۲۱۵) میں ذکر کیا ہے کہ ایک مرید اپنے پیر کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا، پھر مجلس میں آنا ترک کردیا، پیر نے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا: میں اسلئے آتا تھا کہ مقام ولایت پالوں اور اب میں وہ مقام پاچکا ہوں، لہٰذا حاضری کی ضرورت نہ رہی، پیر نے وہاں تک پہنچنے کی کیفیت دریافت کی، مرید نے عرض کیا کہ وہ ہر رات اپنے اوراد ووظائف جنت میں پڑھتا ہے،، پیر نے بڑی منت سے کہا ازراہ کرم مجھے بھی جنت میں لے چلو، مرید نے رضامندی ظاہر کی، چنانچہ پیر نے مرید کے گھر رات گزاری، عشاء کے وقت دروازہ پر ایک پرندہ آیا، دونوں اس کی پشت پر سوار ہوگئے تھوڑی دیر تک محو پرواز رہنے کے بعد پرندہ ایک جنگل میں اترا، اتر کر مرید نماز میں مشغول ہوگیا اور پیر بیٹھ رہا، مرید نے پیر کو بھی نماز کیلئے کہا تو پیر نے کہا: بیٹے جنت میں نماز نہیں پڑھی جاتی، فجر کے وقت پرندہ پھر آیا، مرید نے پیر سے کہا: اٹھو اب واپس چلتے ہیں، پیر نے کہا: چپ رہو کیا جنت میں آنے کے بعد بھی کسی کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے؟ اتنا کہنا تھا کہ پرندہ نے پر پھڑ پھڑانا شروع کیا اور آواز نکالی، ایسا محسوس ہوا جیسے زمین حرکت کررہی ہو، مرید نے گھبرا کر پیر سے کہا، اٹھو ورنہ ہم پر کوئی چیز گر جائے گی، پیر نے کہا: مطمئن رہو یہ پرندہ تمہیں جنت سے نکالنا چاہتا ہے، اور پھر پیر نے قرآن پڑھنا شروع کیا، اتنے میں پرندہ اڑ گیا اور وہ دونوں وہیں پڑے رہے، جب روشنی ہوئی تو دیکھا کہ دونوں ایک گندگی کے ڈھیر پر بیٹھے ہیں، یہ دیکھ کر پیر نے مرید کو ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا: یہی وہ جنت ہے جہاں تجھے شیطان نے پہنچایا تھا۔

کرامت کے شرائط وضوابط:

ہمارے اس دور میں حقیقی کرامات کا ظہور تو کم ہی ہوتا ہے، لیکن ولایت کے پردہ میں جادوگروں، کاہنوں، شعبدہ بازوں اور دجل وفریب کے کاروباریوں کی جعلی کرامتوں کا ایک طوفان بلاخیز بپا ہے، جس کے نتیجہ میں جاہل، نادان اور سادہ لوح عوام کی اکثریت گمراہی کا شکار ہے، اس لئے ضروری ہے کتاب وسنت کی روشنی میں وہ شرائط وضوابط تحریر کردیئے جائیں جن سے ولایت وکرامت کی حقیقت اور سچائی کا علم ہوسکے، چند اہم ضوابط درج ذیل ہیں:

۱-سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ صاحب کرامت مومن اور متقی ہو، مشرک اور بدعتی نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اولیاء کی پہچان بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾

(یونس: ۶۲، ۶۳) ''سنو! اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں''۔

لہٰذا، ضروری ہے کہ صاحب کرامت اللہ کے واجب کردہ احکام وفرامین کی انجام دہی کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ حدود سے تجاوز نہ کرتا ہو، نیز مستحبات کی انجام دہی اور مکروہات وخلاف اولیٰ کے ارتکاب سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہو۔

۲-دوسری اہم شرط یہ ہے کہ وہ خود ولی ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو، کیونکہ ولایت ایک ایسا مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے واجبات ومستحبات کی بجا آوری کرنے والے اور محرمات ومکروہات سے اجتناب کرنے والے بندوں کو عطا فرماتا ہے، اور یہ چیز انسان کے احاطۂ علم سے خارج ہے کہ اس کا عمل اللہ کی بار گاہ میں قبول بھی ہوا یا نہیں، کہ وہ ولایت کا دعویٰ کرے، نیز ایسا کرنے میں تزکیۂ نفس کا دعویٰ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے: فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴿٣٢﴾ (النجم: ۳۲)۔ ''تم اپنے آپ کی پاکیزگی نہ بیان کرو، اللہ خوب جانتا ہے کون متقی ہے''۔

۳-تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کرامت شریعت کے واجبات وفرائض میں سے کسی چیز کے ترک یا محرمات میں سے کسی چیز کے ارتکاب کا سبب نہ ہو، کیونکہ اولیاء اللہ کو کرامتیں ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ کرامت جس عمل کی بنیاد پر حاصل ہوئی اس کے خلاف نہ ہو، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بعض صوفیاء کو جن اٹھا کر عرفہ لے جاتا ہے اور انہیں بلا احرام، تلبیہ اور دیگر ضروری امور کی تکمیل کے حج کراتا ہے اور پھر واپس لاتا ہے، اسے جہلاء کرامت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ کافر جنوں کا فریب ہوتا ہے، اسی طرح بعض کتابوں میں بعض اولیاء کی کرامتیں درج ہیں کہ وہ اپنی پنجوقتہ نمازیں اپنے وطن رہتے ہوئے حرمین شریفین اور بیت المقدس میں ادا کرتے ہیں، جیسا کہ فضائل اعمال، الملفوظ اور دیگر مبنی بر باطل کتابوں میں اس طرح کے واقعات بکثرت موجود ہیں، جو سراسر اسلام کے خلاف ہیں۔

۴-چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ کرامت دین کے کسی چھوٹے یا بڑے مسئلہ کے خلاف نہ ہو، مثلاً کسی شخص کے خواب یا بیداری میں کوئی نبی، فرشتہ یا بزرگ کی شکل میں آکر اسلام کی حرام کردہ امور کو اس کیلئے حلال ہونے یا حلال امور کو اس کیلئے حرام ہونے کی خبر دے، تو ایسی بات قطعاً کرامت نہیں بلکہ شیطانی مکر وفریب ہے، اور ایسے واقعات پیش بھی آئے ہیں، چنانچہ علامہ عیاض فرماتے ہیں کہ فقیہ ابومیسرہ مالکی ایک شب نماز میں مشغول

تھے کہ یکا یک محراب پھٹا اور اس سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا، اور اس نے کہا: ابومیسرہ تمہیں میری رضامندی حاصل ہوگئی، میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں، تو انھوں نے اس پر تھوکتے ہوئے کہا: چل اے ملعون، تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، (الموافقات: ۳/ ۲۷۵، تلبیس ابلیس، ص ۲۸۵)۔

نیز ایک واقعہ اسی طرح کا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں مصروف عبادت تھا کہ اچانک میں نے ایک عظیم عرش دیکھا جس پر روشنی تھی، اور اس سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر میں تمہارا رب ہوں، جاؤ میں نے تمہارے لئے وہ ساری چیزیں حلال کردیں جو تمہارے علاوہ پر حرام ہیں، کہتے ہیں میں نے کہا: کیا تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، ذلیل ہوا اے اللہ کے دشمن! فرماتے ہیں کہ پھر وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی (التوسل والوسیلۃ/ ۵۵، والموافقات ۲/ ۲۷۵)۔

۵- پانچویں شرط یہ ہے کہ کرامت کسی ایسی بات پر مشتمل نہ ہو جس کا ہونا شرعاً ممکن نہ ہو، جیسے نبی کریم ﷺ سے بیداری میں ملاقات کا دعویٰ کرنا، مثلاً کوئی کسی کو کسی نبی یا فرشتہ یا کسی نیک اور صالح شخص کی شکل میں دیکھے جو اس سے کہہ رہا ہو کہ میں نے تمہارے لئے فلاں حرام کام کو حلال کردیا، یا تم سے شرعی پابندیاں ساقط کردیں وغیرہ۔ امام شاطبی فرماتے ہیں: ''خلاف عادت امور کا خلاف شرع ہونا خود ان کے بطلان کی دلیل ہے، کیونکہ بظاہر یہ چیزیں کرامت نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ شیطانی شعبدے ہوا کرتے ہیں۔ (دیکھئے: الموافقات ۲/ ۲۷۶)۔

ولایت الٰہی کے ثمرات:

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف دنیا وآخرت میں بے شمار ثمرات عطا ہوتے ہیں، چند ثمرات درج ذیل ہیں:

* اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی غم۔ (یونس: ۶۲)
* اولیاء اللہ کو دنیا وعقبیٰ میں انعامات الٰہی کی بشارت ہے۔ (یونس: ۶۳)
* اولیاء اللہ تائید ونصرت الٰہی سے سرفراز ہوں گے۔ (النحل: ۱۲۸)
* دنیا وعقبیٰ میں اللہ تعالیٰ بھی ان کا ولی ہوگا۔ (فصلت: ۳۱)
* اولیاء اللہ سے دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے۔ (بخاری)
* اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اعضاء وجوارح کو گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے گا۔ (بخاری)
* اولیاء اللہ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (بخاری)
* اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۵۷)
* اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے۔ (بخاری)
* اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ (بخاری)
* اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی روح قبض کرنے میں تردد کرتا ہے۔ (بخاری)
* اولیاء اللہ دخول جنت سے سرفراز ہوں گے۔ (البقرۃ: ۲۵)
* اولیاء اللہ پر شیاطین کا بس نہیں چلے گا۔ (النحل: ۹۹)۔ ☆☆☆

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

شبات وعزیمت

[۲]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

تحریر: فضیلۃ الشیخ مسند بن محسن القحطانی حفظہ اللہ ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

چند اہم تنبیہات

اولاً: اللہ تعالیٰ نے جس استقامت کا حکم دیا ہے وہ ظاہر وباطن دونوں کی استقامت ہے:

ہر مومن کو چاہئے کہ ظاہری وباطنی دونوں طرح مستقیم ہونے کی کوشش کرے، صرف ظاہری طور پر مستقیم ہونا ہمارا مطمح نظر نہیں ہونا چاہئے۔

جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صلوات باجماعت کی ادائیگی، صوم، حج، زکاۃ اور دیگر ظاہری اعمال کا حکم دیا ہے، اور اس بات کی تاکید کیا ہے کہ مومن اللہ کے شریعت کی پابندی کرے، اور اقوال وافعال اور تمام ظاہری اعضا میں اللہ کے منع کردہ امور سے اجتناب کرے، اسی طرح باطنی امور کا بھی شریعت الٰہی پر قائم ہونا ضروری ہے، ہمارا منشا صرف یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم محض لوگوں کے سامنے ظاہری طور پر مستقیم ہو جائیں!! بلکہ ہمیں اپنے باطن کی اصلاح کی فکر کرنا بھی ضروری ہے، اور وہ ہے ''دل'' جو رب سبحانہ وتعالیٰ کا محورِ نظر ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ [الشعراء: ۸۸، ۸۹]۔

جس دن مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔ سوائے اس کے جو اللہ کے پاس صحیح سالم دل لے کر آئے۔

اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم، ولكن إنما ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم'' (صحیح مسلم)۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا ہے، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

اور بعض علماء جیسے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ظاہر وباطن میں تلازم ہے، ایک کی کمی وخامی دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے، لہٰذا ظاہری اعمال کا نقص دراصل دل میں ایمان کی کمی کا سبب ہے۔

☆ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس آدمی پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو اپنے چہرے کا بڑا خیال کرتا ہے جس پر مخلوق کی نظر پڑتی ہے، چنانچہ اسے خوب دھوتا اور حسب امکان سنوارتا ہے کہ کہیں مخلوق کو اس میں کوئی عیب نظر نہ آ جائے، لیکن اس کے برعکس اپنے دل کی ستھرائی کا اتنا اہتمام نہیں کرتا جو خالق سبحانہ وتعالیٰ کی نگاہ کا مرکز ہے''۔

☆ امام طوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''استقامت یہ ہے کہ

ہر حکم کی بجا آوری کی جائے اور ہر منع کردہ امر سے اجتناب، اور یہ چیز ایمان، اسلام اور احسان سبھی امور کے قلبی وجسمانی اعمال میں داخل ہے'' (شرح اربعین نووی، حدیث: ۲۱)۔

☆ اور امام ابن رجب رحمہ اللہ اربعین نوویہ کی شرح میں حدیث (۲۱) کے تحت فرماتے ہیں: ''اصل استقامت یہ ہے کہ دل اللہ کی توحید پر جم جائے، چنانچہ جب دل اللہ کی معرفت، اس کی خشیت، عظمت وہیبت، محبت وارادت، امید ودعا، اس پر توکل و اعتماد اور اس کے ماسوا سے اعراض پر ثابت ہو جائے گا تو تمام اعضاء وجوارح اللہ کی اطاعت پر جم جائیں گے، کیونکہ دل تمام اعضا کا بادشاہ ہے اور اعضاء وجوارح اس کے لشکر۔ اور دل کے بعد اعضا میں سے جس عضو کی استقامت کا سب سے زیادہ خیال ہونا چاہئے وہ ہے ''زبان'' کیونکہ زبان دل کا ترجمان اور اس کی تعبیر کا آلۂ کار ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب استقامت کا حکم دیا تو دل کے بعد زبان کی حفاظت کی تاکید فرمائی، چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا یستقیم إیمان عبد حتی یستقیم قلبه، ولا یستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه''۔

کسی بندے کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو جائے، اور اس کا دل درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی زبان سیدھی نہ ہو جائے۔

بات قدرے تصرف کے ساتھ ختم ہوئی۔

اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ نے جس استقامت کا حکم دیا ہے وہ ظاہر و باطن دونوں کی استقامت ہے، اور یہی دین اسلام ہے جو دل اور اعضا کی اصلاح کرنے کے لئے آیا ہے۔

ثانیاً: استقامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اللہ کی مخلوق دونوں کے ساتھ مطلوب ہے:

بعض لوگ اپنی ذات اور اللہ کے مابین تو مستقیم ہوتے ہیں، چنانچہ ان کی عبادت صحیح ہوتی ہے اور وہ اس کے پابند ہوتے ہیں، لیکن آپ انہیں لوگوں کے ساتھ معاملات میں دیکھیں گے کہ اتنی زیادہ کوتاہی اور خلل کے مرتکب ہوتے ہیں کہ اس سے ان کی عبادات ہی ضائع وبرباد ہو جائیں، والعیاذ باللہ، حالانکہ معاملات کی اہمیت اور دین اسلام میں اس کا مقام ومرتبہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔

لہٰذا ہم جس استقامت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں وہ اللہ کی توحید اور اچھی طرح اس کی عبادات کی انجام دہی کے ذریعہ اللہ کے ساتھ استقامت ہے، اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی استقامت ہونی چاہئے، تاکہ ہم لوگوں کے ساتھ بھی صحیح معاملہ کریں، اور اپنی زندگیوں میں اخلاق وسلوک کے اعتبار سے دین اسلام کی عملی تصویر بن جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابوذر رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''اتق اللہ حیثما کنت، وأتبع السیئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن'' (مسند احمد، سنن ترمذی، صحیح الجامع: ۹۶)۔

جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرو، اور گناہ کے بعد نیکی کرو، وہ گناہ کو مٹا دے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

یہ حدیث درحقیقت اللہ عزوجل اور اسی طرح لوگوں (دونوں) کے ساتھ استقامت کے حکم کو شامل ہے۔

چنانچہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: **''اتق اللہ حیثما کنت، وأتبع السیئة الحسنة تمحها''** (جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرو، اور گناہ

کے بعد نیکی کرو وہ گناہ کو مٹادے گی) ہمارے اور اللہ کے مابین استقامت کا بیان ہے۔

اور فرمان نبوی: " و خالق الناس بخلق حسن " (لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ) ہمارے اور لوگوں کے مابین استقامت کا بیان ہے۔

معلوم ہوا کہ استقامت جو دین اسلام ہے، یہی اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ استقامت ہے۔

اور جب نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں وفات پانے والی ایک خاتون کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا، اور آپ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں فلاں عورت جو دن میں روزہ رکھتی تھی، راتوں کو نمازیں پڑھتی تھی اور صدقہ کیا کرتی تھی، لیکن ساتھ ہی اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیا کرتی تھی، اس کی موت ہوگئی؟! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا خير فيها هي في النار" (مسند احمد، ابن حبان، سلسلہ صحیحہ: ۱۹۰)؟!!

اس میں کوئی بھلائی نہیں، وہ تو جہنم میں ہے۔

سبحان اللہ! ایسا کیوں ہوا؟ کیونکہ وہ اپنے ہمسایوں کو ایذا دیا کرتی تھی! یعنی وہ خاتون اپنی عبادت میں تو مستقیم تھی، لیکن اپنے معاملات میں استقامت سے محروم تھی! ہم ذلت و محرومی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔۔۔

اسی طرح بعض لوگوں کو آپ عبادات میں کوتاہی کرتا ہوا پائیں گے، اور وہ یہ بھی کہتے نظر آئیں گے کہ: سب سے اہم چیز لوگوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آنا ہے؟!

سب سے بدترین اخلاق والا وہ ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ بدمعاملگی سے پیش آئے، کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایک انسان کے اخلاق لوگوں کے ساتھ تو اچھے ہوں، مگر اپنے رب، خالق ورازق، موجد اور معبود حقیقی کے ساتھ برے ہوں؟ اللہ عزوجل کا شکر یہ ادا کرے نہ اللہ کی عبادت کرے، اور نہ اس کے احکام کی بجا آوری کرے، اور نہ ہی اس کے ممنوعات سے اجتناب کرے! یہ کبھی نہیں سوچا جاسکتا، اور نہ ہی اللہ کی نعمت سے پرامید کسی مومن سے یہ کام صادر ہی ہوسکتا ہے۔

اللہ کی پناہ یہ تو زمانہ جاہلیت کے ان کافروں کے اخلاق کے مشابہ ہے، جو خودداری، سخاوت، شجاعت اور محتاج کی امداد وغیرہ اچھے اعمال انجام دیتے تھے، لیکن اس سے اللہ کا چہرہ نہیں چاہتے تھے، اور ان میں سے کسی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ: " رب اغفر لي خطيئتي يوم الدين " (اے میرے رب! روز قیامت میرے گناہوں کو بخش دینا) بلکہ وہ اس سے لوگوں کی مدح وستائش اور ناموری و نیک نامی کے خواہاں ہوتے تھے، اس لئے ان نیکیوں نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا، اللہ کی پناہ! اور اللہ عزوجل جو کسی پر ظلم نہیں کرتا، نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ انہیں اس دنیا میں شہرت و ناموری عطا کردی، جیسا کہ معلوم ہے، لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے! اللہ کی پناہ!

ثالثاً: استقامت راست بازی اور میانہ روی کا نام ہے:

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"كل بني آدم خطاء و خير الخطائين التوابون" (مسند احمد، سنن ترمذی، صحیح الجامع: ۴۵۱۵)

آدم کی ساری اولاد خطا کار ہے اور سب سے اچھے خطا کار وہ ہیں جو خوب خوب توبہ کرنے والے ہیں۔

جب ہم استقامت کی بات کرتے ہیں تو استقامت کے جن اعلیٰ درجات تک ہماری رسائی ممکن ہے اس کے تحقق کی بات

کرتے ہیں، اسی لئے بسااوقات انسان کوشش کر کے استقامت کی کچھ مراحل طے کرلیتا ہے اور مزید کوشش میں سرگرداں رہتا ہے' چنانچہ اسے اس کے حصول استقامت کے بقدر فضائل حاصل ہوجاتے ہیں۔ اور جس قدر وہ استقامت کا تحقق کرتا ہے اس قدر اسے فضائل ودرجات حاصل ہوتے جاتے ہیں۔ ان فضائل کا ذکر ان شاء اللہ ہم آگے کریں گے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ [فصلت:٦]

لہٰذا تم اللہ کی طرف استقامت اپناؤ اور اس سے بخشش مانگو اور مشرکین کے لئے بربادی ہے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے استقامت اور اس کے ساتھ ہی استغفار کا بھی حکم دیا ہے' کیونکہ اللہ کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ بندہ استقامت کی خواہ کتنی بھی کوشش کرلے بہرحال اس سے حکم کی بجا آوری اور ممنوع سے اجتناب میں خلل اور کوتاہی کا ہونا یقینی ہے۔

اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"استقيموا ولن تحصوا" (مسند احمد، حاکم، صحیح الجامع:٩٥٢)۔

استقامت اپناؤ اور (تمام اعمال میں استقامت) تمہارے بس کا ہرگز نہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"سددوا وقاربوا، وأبشروا۔۔۔" (متفق علیہ)۔

راست بازی اپناؤ' میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ۔۔۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أشهد عند الله لا يموت عبد يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله صدقاً من قلبه ثم يسدد إلا سلك في الجنة۔۔۔" (مسند احمد: ٤/١٦، ابن حبان: ١/٤٤٤)۔

میں اللہ کے یہاں گواہی دیتا ہوں کہ جو بھی بندہ سچے دل سے اس بات کی گواہی دیتے ہوئے مرے گا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں' اور میں اللہ کا رسول ہوں' اور پھر اس پر میانہ روی سے قائم رہے گا' وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ محنت کرے' راست بازی ومیانہ روی اپنائے اور اللہ تعالیٰ مدد اور درستی کا سوال کرے' جستجو کرے' اور اپنے نفس سے جہاد کرے' اور خوش ہوجائے، کیونکہ محکم تنزیل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [العنکبوت:٦٩]

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا' ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھائیں گے' اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر محنت کش، مخلص اور اپنے سے وابستہ شخص کو اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ اسے ہر خیر کی توفیق بخشے گا' اس کی رہنمائی اور مدد فرمائے گا، اور جو اللہ کے ساتھ سچا ہوتا ہے اللہ اس کے ساتھ سچا ہوتا ہے۔

✿✿✿✿

تزکیہ وتربیت

علمی غرور اچھا نہیں

● عبید اللہ سلفی

اللہ تعالیٰ جو خالق ارض وسماء ہے اس نے انسانوں کی فطرت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ اس کے اندر خیر وشر، نیکی وبدی اور اچھائی وبرائی دونوں طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکثر لوگوں کا میلان خیر وبھلائی، اور نیکی واچھائی کی طرف کم اور شر وبرائی کی طرف زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ انسانی اپنی آرزوں، تمناؤں اور خواہشوں کی تکمیل کے لیے بڑا جلد باز واقع ہوا ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس نے جو کچھ آرزو اور تمنا کیا ہے اور اس کی جو خواہشات ہیں وہ جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں، اس کے حصول کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑے کر گذرتا ہے، بعض دفعہ جائز وناجائز ہتھکنڈے استعمال کرنے میں دریغ نہیں کرتا، اس طرح وہ سارے اخلاقی حدود وقیود سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتا ہے جو اسلام نے اس کے اوپر عائد کیا ہے۔ اس کی آنکھوں پر شیطان ایک ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ بصارت کے لیے دونوں آنکھیں رکھنے کے باوجود وہ اندھا ہو جاتا ہے ایسا انسان اپنے آپ کو شتر بے مہار سمجھتے ہوئے مکمل طور پر شیطانی دام میں گرفتار ہو جاتا ہے، اب شیطان اسے جس طرف چاہتا ہے لے جاتا ہے، کبھی اسے دولت کے نشے میں مخمور کرتا ہے تو کبھی کرسی واقتدار کا سبز باغ دکھاتا ہے، کبھی مال وزر کی حرص وطمع میں مبتلا کرتا ہے، اگر وہ عالم دین ہے تو اس پر شیطان کا زبردست حملہ ہوتا ہے، یہ حملہ ایک طرف سے نہیں بلکہ چاروں طرف سے ہوتا ہے، اس کے ذہن ودماغ میں اس کے علمی تفوق کا غرور اور دوسروں سے بڑا ہونے کا تصور پیدا کرتا ہے اور عالم بڑی سرعت کے ساتھ اس کے دام تزویر میں گرفتار ہو جاتا ہے اور دوسروں سے بغض وحسد کرنے لگتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر پایا جانے والا یہ تکبر وغرور ایک ایسی بیماری کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اسے اندر ہی اندر کھوکھلا کر دیتی ہے اس کے اندر حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی ہے، اب وہ بزعم خویش یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے پاس جو علم ہے کسی دوسرے کے پاس نہیں، اس کے پاس جو حق ہے دوسروں کے پاس نہیں اور جب کسی کے اندر یہ بیماری در آئے تو اسے یہ باور کرانا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس جو علم ہے وہ ناقص ہے اور جس بات کو وہ حق سمجھ رہا ہے، حق اس کے سوا کچھ اور ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو وہ بھول جاتا ہے۔ ''وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝'' [یوسف ۷۶] (ہر ذی علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے)۔ ''وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝'' [اسراء ۸۵] (اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے)

غرور وتکبر جاہل دولت مندوں میں پیدا ہو جائے تو بہت ہی معیوب ہے پھر اس کا ذہن قارونی ذہن بن جاتا ہے کہ ہم نے یہ مال ودولت اپنے علم وہنر کی بنیاد پر حاصل کی ہے اس پر نہ دوسروں کا حق بنتا ہے نہ ہی اس میں کوئی دخل اندازی کر سکتا ہے۔

اور اگر یہ کبر و غرور، خود بینی و خود نمائی کسی عالم دین کے اندر پیدا ہو جائے اور اس کے اندر کسی بھی طرح سے علمی برتری کی بو آنے لگے تو یہ اس کے لیے اتنا مضر اور نقصان دہ ہے جتنا کہ ہرے بھرے باغات، لہلہاتی کھیتیاں منٹوں اور سکنڈوں میں کسی آفت سماوی کی شکار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے برگزیدہ بندوں سے اس قسم کی باتوں کے صدور کو ناپسند فرمایا ہے تو عام انسان کا حال کیا ہوگا۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری تفسیر سورۂ کہف، آیت **واذ قال موسیٰ لفتہ لا ابرح**....... کی تفسیر میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آخر حضرت موسیٰؑ کو ایک طویل سفر کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حضرت موسیٰؑ نے ایک سائل کے جواب میں یہ کہہ دیا تھا کہ اس وقت مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ جملہ ناپسند آیا اور بذریعہ وحی انھیں مطلع فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ (خضر) ہے جو تجھ سے بھی بڑا عالم ہے، حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا یا اللہ اس سے ملاقات کس طرح ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جہاں دونوں سمندر ملتے ہیں وہیں ہمارا وہ بندہ بھی ہوگا۔ [تلخیص سورۂ کہف: آیت ۶۰، تفسیر احسن البیان]

اس واقعہ سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہیں ۱) علم کے بارے میں کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ ساری چیزوں کا علم اس کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کو ایسی باتیں قطعاً ناپسند ہیں، ۲) کسی صاحب علم کو جب یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں کے پاس جو علم ہے وہ اس سے زیادہ ہے تو اس سے اکتسابِ فیض کرنے میں پہل کرنا چاہیے۔ اس لیے علم دین سے وابستہ حضرات چاہے وہ علماء ہوں یا طلبہ، معلمین ہوں یا ان کی زیر تربیت رہنے والے متعلمین ہوں سب کے اندر تواضع و خاکساری کا عنصر غالب رہنا چاہیے یہ علمی میدان میں رہنے والوں کے لیے بیش قیمت سرمایہ تو ہے، ہی اس کے علاوہ آخرت میں رفع درجات کا باعث ہوگی، جب کہ تکبر و غرور قیامت کے دن باعث ذلت و رسوائی ہوگا۔ آخر یہ حقیقت لوگ کیوں فراموش کر دیتے ہیں کہ ابلیس پر لعنت کیوں کی گئی؟ وہ اللہ کے نزدیک مردود کیوں ٹھہرایا گیا؟ اس نے اللہ کی کھلم کھلا نافرمانی کیوں کی؟ ساری چیزوں میں اس کا تکبر و غرور نمایاں تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر **(ابیٰ واستکبر)** کہہ کر واضح فرمایا ہے۔ اس کے سامنے جب حضرت آدمؑ کے سامنے سجدے کی بات آئی تو اس نے رب کے فرمان کو نظر انداز کرتے ہوئے برجستہ یہ کہا تھا۔ میں آدمؑ سے بہتر ہوں "خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ "[اعراف: ۱۲] اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس معیوب عادت سے بار بار منع فرمایا ہے۔ لقمان حکیم نے جب اپنے بیٹے کو نصیحت کی تو ان کی گراں قدر نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ [سورۂ لقمان ۱۸] اور لوگوں کے سامنے اپنے گال مت پھلاؤ اور زمین پر اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے، شیخی بگھاڑنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ [اسراء: ۳۷] اور زمین پر اترا کر نہ چل نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑ کو پہنچ سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو اس قبیح عمل سے روکتے ہوئے اس کی سزا کچھ یوں بتائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے

برابر کبر ہے، ایک آدمی نے سوال کیا، آدمی کو یہ پسند ہے کہ اس کا لباس اس کے جوتے اچھے ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا: یقیناً اللہ جمیل (صاحب جمال) ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے، کبر کا مطلب ہے، حق بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ]

فرمان رسولؐ سے واضح ہوتا ہے کہ کبر کی تھوڑی بھی مقدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، اگر یہ برائی کسی صاحب علم و فضل کے اندر پائی جائے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگے یا اسے حق بات کو قبول کرنے سے روکنے کا باعث بنے تو سخت معیوب ہے اور اس کی وجہ سے وہ اول مرحلے میں جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: حضرت سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''آدمی تکبر کا اظہار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے سرکش لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اسے وہی سزا ہوگی جو سرکش لوگوں کی ہوتی ہے۔ [سنن ترمذی، ابواب البر والصلہ]

عام طور پر کبر و غرور دوسروں کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی بیماری پانچ چیزوں کی وجہ سے ہوتی ہے، کبھی حسب و نسب کا غرور سماتا ہے کبھی حسن و جمال کا نشہ چڑھتا ہے کبھی جاہ و منصب کبر و غرور میں مبتلا کرتا ہے، کبھی مال و دولت کی وجہ سے غرور پیدا ہوتا ہے اور کبھی علم و ہنر کی وجہ سے خود بینی و خودنمائی کا جذبہ ابھرتا ہے۔

احادیث رسول ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے لوگوں کو خاص کر علمائے کرام کو اپنے علم و فضل پر شیخی بگھاڑنے اور فخر و غرور کرنے کے بجائے اسے اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت سمجھنا چاہیے اور جب بھی حق بات سامنے آجائے تو اسے بسر و چشم قبول کر لینا چاہیے، اسے اپنی انا کا مسئلہ کبھی نہ بنانا چاہیے۔ اس تعلق سے علمائے محدثین کا یہ طریقہ تمام علما کے لیے قابل تقلید ہونا چاہیے (امام بخاریؒ مکتب کی تعلیم سے فراغت کے بعد علامہ داخلیؒ جو اس وقت بخارا کے بڑے پایہ کے محدث تھے) کے پاس طلب حدیث کے لیے جانے لگے۔ ایک بار دوران درس علامہ داخلی نے ایک حدیث بیان کی جس کی سندیوں بیان کی، **سفیان عن ابی الزبیر عن ابراهیم** ''امام بخاریؒ نے عرض کیا ''**ان ابا الزبیر لم یرو عن ابراهیم**'' یعنی ابوزبیر نے ابراھیم سے روایت نہیں کی ہے، علامہ داخلی چونک پڑے اور آپ پر برہم بھی ہوئے، امام بخاریؒ نے نہایت سنجیدگی سے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس اصل ہو تو مراجعت فرمالیں۔ علامہ داخلی نے گھر میں جا کر اصل دیکھا اپنی غلطی تسلیم کی، باہر آئے، بطور امتحان امام بخاریؒ ہی سے سوال کر لیا ''**کیف هو یا غلام**؟'' صحیح کس طرح ہے؟ امام بخاریؒ نے برجستہ جواب دیا: صحیح سند یہ ہے ''**الزبیر و هو ابن عدی عن ابراهیم**'' علامہ داخلیؒ نے قلم لے کر کتاب کی تصحیح کی، اور کہنے لگے، لڑکے تمھارا قول صحیح تھا غلطی میری تھی۔ [سیرۃ البخاری، ۴۵۔۴۶، بحوالہ التبیان: جنوری ۲۰۱۳ء

یہاں آپ دیکھیں کہ کس طرح ایک بلند پایہ کا محدث اپنے شاگرد کی بات کو تسلیم کر لیتا ہے، آج صورت حال یہ ہے کہ اگر کسی بڑے عالم کی غلطی پر اسے متنبہ کیا جاتا ہے تو اسکی پیشانی پر بل آجاتا ہے، اور اپنی غلط باتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے مختلف تاویلیں کرنے لگتا ہے، جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ اپنی غلطی پر اصرار کے بجائے اس سے توبہ کی جائے، حق سے منہ موڑنے کے بجائے اسے قبول کیا جائے، ضد اور ہٹ دھرمی انسان خاص کر عالم دین کے لیے حد درجہ نقصان دہ ہے اور یہی چیز کبھی کبھار اسے تکبر تک پہنچا دیتی ہے۔

تزکیہ وتربیت

شیطان سے حفاظت کے اسباب ووسائل

● محمد عاطف سنابلی

شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے بلکہ انسانیت کے دشمنوں میں سب سے بڑا اور عظیم دشمن شیطان ہی ہے، قرآن کریم میں اس بات کو بہت واشگاف طور پر بہ تکرار بیان کیا گیا ہے، اور اسکی یہ دشمنی آدمیت اور انسانیت کے خلاف کوئی نئی نہیں ہے بلکہ یہ بہت قدیم اور ازلی ہے، جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے آدمیت کے ساتھ اپنی عداوت و دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

واضح رہے کہ شیطان لعین اپنی دشمنی کو انجام دینے کے لیے بہت سارے داؤ، مکر وکید کی بہت ساری شکلیں، مختلف ہتھکنڈے اور تدبیریں بروئے کار لاتا ہے اور ہمہ وقت انھیں استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے، برائیوں پر خوش نما غلاف چڑھاتا اور بدعات کو نیکی باور کراتا ہے تاکہ اس کے دام ہم رنگ میں انسانیت پھنسی ہے اور ضلالت وگمراہی اور ہلاکت وتباہی کی راہ پر گامزن رہے، کیوں کہ اس نے ابناء آدم (انسانیت) کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے، اغواء واضلال کی اسے تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف انداز واسلوب میں مختلف مقامات پر اس عظیم دشمن سے ڈرایا ہے اور اس سے بچنے، محفوظ رہنے اور اس کے راستوں پر چلنے سے دور رہنے کی تلقین وتاکید کی ہے۔ جس دن حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا اسی دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کو آگاہ کر دیا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ [البقرة:۳٦] اور ہم نے کہا تم اتر جاؤ! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور ایک وقت مقررہ تک تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

اسی طرح اللہ جل شانہ نے پاکیزہ اور حلال روزی کھانے کا حکم دیتے ہوئے شیطانی راہوں سے بھی بچنے کا حکم دیا اللہ رب العالمین نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ [البقرة:١٦٨]

(لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں ان میں سے کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو، یہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔)

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمنین سے شیطان کی عداوت کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ [البقرة:۲۰۸] اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے

داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اسی معنی ومفہوم کی کئی ایک آیات کئی ایک مقامات پر بار بار آئی ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ شیطان انسان کا بہت عظیم دشمن ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح ہے کہ شیطان کی عداوت و دشمنی ایسی نہیں ہے جیسے ایک انسان کی دشمنی ایک دوسرے انسان سے ہوتی ہے اگر کوئی انسان کسی انسان کا دشمن ہے تو وہ اس سے عفو ودرگذر، نرمی، حلم وبردباری، اعراض وبے توجہی، حسن سلوک اور حسن برتاؤ سے اس کا مقابلہ کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے بچانے کی تدبیر اور قدرت پاتا ہے جب کہ شیطان کی اس کے برعکس ہے اس کی عداوت غیر مرئی ہے اس سے مقابلہ اور بچاؤ کے لیے مذکورہ اسباب وذرائع اور اوصاف ووسائل کا اختیار کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے، لہٰذا اس سے بچنے اللہ کی استعانت ومدد کی سہارا ضروری ہے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان اسباب و وسائل اور طریقوں کو جاننا ضروری ہے جنھیں اپنا کر ایک بندۂ مومن اپنے آپ کو شیطان اور اس کے مکروکید، اس کے وساوس، اس کے تمام گمراہ کن ہتھکنڈوں اور اس کے انواع واقسام کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے، درج ذیل سطور میں ان اسباب وذرائع اور طریقوں کا بیان کیا جا رہا ہے جنھیں اپنا کر ہم اپنی ذات کو شیطانی افساد وتخریب سے بچانے میں کامیاب ہو سکیں اور اپنی زندگی خوشگوار، پاکیزہ اور آخرت کی سعادت کے لیے مفید بنا سکیں۔

۱۔ اللہ سے پناہ طلب کرنا:

شیطان اور اس کے شر سے بچنے کے اسباب وذرائع میں سے سب سے قوی ذریعہ اور وسیلہ اللہ کے ذریعہ سے پناہ طلب کرنا ہے جب کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ [حٰم السجدۃ:۳۶]

(اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرو، یقیناً وہ بہت ہی سننے والا جاننے والا ہے۔)

بسا اوقات ایک آدمی شیطانی انگیخت کا شکار ہو کر برائی پر غصہ سے بھڑک اٹھتا ہے اور شیطان مردود کے بہکاوے میں آکر انتقام لینے کے لیے آمادہ اور تیار ہو جاتا ہے اور ناجائز امور کے لیے تیار ہو جاتا ہے، ایسی صورت حال اگر پیش آئے تو ایک بندۂ مومن کو چاہیے کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور شیطان لعین سے اللہ کی پناہ میں آجائے۔

سلیمان بن صُرَد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے گالی گلوچ کی اور ایک کو اتنا غصہ آیا کہ اس کا چہرہ پھول گیا۔ اور رنگ بدل گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "**انی لا اعلم کلمة" لو قالها الذهب عنه ما یجد، لو قال: اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم**" (مجھے ایک کلمہ معلوم ہے، اگر غصہ کرنے والا شخص وہ کلمہ کہے تو اس کا غصہ جاتا رہتا ہے) ایک دوسرا شخص اس کے پاس گیا، اور آپ نے جو فرمایا تھا اسے اس کی خبر دی اور کہا: "شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ" وہ کہنے لگا کیا تم نے مجھے دیوانہ سمجھ لیا ہے یا مجھے کوئی روگ ہو گیا؟"

[رواہ البخاری فی صحیحہ، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب الخ، رقم الحدیث:۶۱۱۵]

۲۔ آیت الکرسی کی تلاوت:

آیت الکرسی جنات وشیاطین، جادو اور آسیب وغیرہ سے بچاؤ کے لیے بہت مفید ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکوٰۃ (صدقۂ فطر) کی حفاظت کے لیے محافظ مقرر فرمایا (اس دوران) رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے غلہ لپیں بھر بھر کر نکالنی شروع کر دیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: "میں تجھے ہر صورت

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا، وہ کہنے لگا میں محتاج آدمی ہوں بال بچے دار ہوں اور سخت حاجتمند ہوں'' (لہٰذا معاف کردو) چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا ''ابوہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال بتاؤ'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اس نے اپنی شدید حاجت کا اظہار کیا اور بال بچوں کا شکوہ کیا، میں نے اس پر رحم کیا اور اسے چھوڑ دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار رہنا، اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا'' مجھے آپ کے فرمان کی وجہ سے یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا چنانچہ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا۔ وہ آیا اور غلے میں سے لپیں بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب تو میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ضرور لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دے، میں غریب ہوں، عیالدار ہوں، آئندہ نہیں آؤں گا۔ میں نے رحم کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ ''میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اس نے اپنی شدید ضرورت کا شکوہ کیا اور عیال داری کا واسطہ دیا، مجھے رحم آگیا، لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خبردار رہنا اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا'' چنانچہ میں تیسری بار اس کی گھات میں بیٹھ گیا۔ وہ آیا اور پھر غلہ کے لپ بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: یہ تیسری بار ہے اب تو میں تمھیں ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر جاؤں گا ہر بار تو وعدہ کرتا ہے نہیں آؤں گا لیکن پھر آجاتا ہے اس نے کہا: ''اچھا میں تمھیں ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے اللہ تجھے فائدہ دے گا، لیکن اس کے بدلے مجھے چھوڑ دے'' میں نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب تو (رات کو سونے کے لیے) اپنے بستر پر آئے تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر، ایک فرشتہ ساری رات تیری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان تیرے پاس نہیں آئے گا۔ (یہ سن کر میں نے) اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''ابوہریرہ! کل رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس نے کہا میں تجھے ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن سے اللہ تجھے نفع پہنچائے گا، چنانچہ (اس کے بتانے پر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اس نے بتایا کہ جب تو رات کو بستر پر آئے تو اول سے آخر تک یہ آیت الکرسی پڑھ لیا کر، اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ رات بھر تیری حفاظت کرے گا اور شیطان بھی تمھارے قریب نہیں آئے گا۔ صحابہ کرام چوں کہ خیر اور بھلائی کے بہت زیادہ حریص ہوتے تھے (اس لیے آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کچھ نہیں کہا بلکہ فرمایا) ''ہاں! اس نے تجھ سے سچی بات کہی ہے لیکن وہ خود جھوٹا ہے تجھے معلوم ہے تین راتوں سے تیرا واسطہ کس سے رہا ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا: ''نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ذاك شيطان'' وہ شیطان تھا۔ [رواہ البخاری فی صحیحہ، کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئاً۔ رقم: ۲۳۱۱، ۳۲۷۵، ۵۰۱۰]

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس کھجوروں کے گودام تھے (ایک روز) انھوں نے کھجوروں میں کچھ کمی محسوس کی تو رات کو نگرانی کے لیے بیٹھ گئے، اچانک ایک بالغ لڑکے کی عمر جیسا لڑکا آیا اور آکر سلام کہا۔ ابی بن کعب نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا ''جن ہو یا انسان؟'' اس نے جواب دیا: ''جن ہوں'' حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا اچھا اپنا ہاتھ دکھاؤ، ابی بن کعبؓ ہاتھ دیکھا تو اس کا ہاتھ کتے کی طرح تھا۔ کتے جیسے بال بھی تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

عنہ نے (تعجب سے) کہا۔کیا جن ایسے ہوتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: (ہاں اور) جنوں کو معلوم ہے کہ ان میں میرے جیسا طاقتور کوئی نہیں۔حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا۔یہاں کیسے آئے ہو؟ جن نے کہا: ''ہمیں پتہ چلا تھا کہ تم صدقہ کرنا پسند کرتے ہو، لہٰذا تمھارے کھانے سے اپنا حصہ لینے آئے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''ہمیں (یعنی انسانوں کو) کون سی چیز تم سے محفوظ رکھ سکتی ہے؟ جن نے پوچھا کیا سورۂ بقرہ سے آیت الکرسی یعنی (**اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم**) پڑھ سکتے ہو؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! پڑھ سکتا ہوں۔جن نے کہا: جب تو صبح کے وقت اسے پڑھے گا تو شام تک ہم سے پناہ میں آجائے گا اور جب شام کو پڑھ لے گا تو صبح تک پناہ میں آجائے گا۔حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں۔صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ آپ ﷺ کے گوش گذار کیا۔آپ ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا: ''**صدق الخبیث**'' خبیث نے سچ کہا''۔[رواہ الحاکم فی المستدرک علی الصحیحین: ۱/۵۶۱، رقم ۱۹۹۹، صحیح ابن حبان: ۳/۶۴، رقم ۷۸۴، رواہ المنذری فی الترغیب والترھیب وصححہ الالبانی فی صحیح الترغیب والترھیب: ۱/۴۱۷، رقم ۶۶۳]

۳۔معوذتین کی تلاوت

اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے لیے معوذتین سے بہتر کوئی سورہ نہیں، انسانوں کی نظر بد اور جن شیاطین کے اثرات اور شیطانی وساوس وخیالات وغیرہ سے بچنے کے لیے معوذتین سے بڑھ کر مؤثر دعا نہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ ﷺ یتعوذ من الجانّ وعین الانسان حتی نزلت المعوّذتان فلما نزلتا اخذ بھما وترک ماسواھما''[رواہ الترمذی فی سننہ ابواب الطب، باب ماجاء فی الرقیۃ بالمعوذتین، رقم الحدیث: ۲۰۵۸، قال الالبانی صحیح، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۱]

(حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر (بد) سے بچنے کے لیے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ طلب کیا کرتے تھے۔لیکن جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے باقی تمام دعائیں ترک کر دیا اور معوذتین کو اپنا معمول بنا لیا۔[اسے امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور علامہ الالبانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے]

(ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جُحفہ (جگہ کا نام) اور ابواء (جگہ کا نام) کے درمیان ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اچانک ہمیں آندھی اور شدید تاریکی نے آلیا۔رسول اللہ ﷺ نے معوذتین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی شروع کر دی اور فرمایا: اے عقبہ! ان دونوں سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ مانگو، کسی پناہ مانگنے والے کے لیے ان سے بہتر کوئی سورت نہیں۔[اسے ابوداوٗدؒ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے]

صحیح مسلم میں حضرت عقبہ ابن عامرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے غور کیا آج کی رات مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسی آیات نہیں دیکھی گئیں اور وہ ہیں ''**قل اعوذ برب الفلق**'' اور ''**قل اعوذ برب الناس**''۔[رواہ مسلم فی صحیحہ، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قرآۃ المعوذتین رقم: ۸۱۵]

۴۔ذکر الٰہی کی پابندی اور اس پر مداومت

بلاشبہ ذکر الٰہی شیطان سے بچاؤ اور حفاظت کے اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ ہے، شیطان سے تحفظ کا ایک مضبوط قلعہ ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''شیطان انسان کے دل سے چمٹا رہتا ہے جب وہ سہو وغفلت

سے دو چار ہوتا ہے تو وہ وسوسہ اندازی کرتا ہے اور جب اللہ عزوجل کو یاد کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے ۔[الوابل الصیب:۱/۵۶]

امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ سلف میں کسی کا قول ہے: ''جب ذکر دل میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو جب شیطان اس کے قریب آتا ہے تو وہ اسے پچھاڑ دیتا ہے جب انسان اپنے قریب آنے والے شیطان کو پچھاڑ دیتا ہے تو شیاطین اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں کہ اس کو کیا ہوا؟ بتایا جاتا ہے کہ اسے انسان نے مَس کیا ہے۔[مدارج السالکین:۲/ ۴۲۴]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت ابو ہریرہ؄ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی **لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير**''

ایک دن میں سو بار کہے تو یہ اس کے لیے دس گردنوں کے آزاد کرنے کے برابر ہوگا اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس سے سو برائیاں مٹا دی جائیں گی اور یہ کلمہ اس کے لیے اس دن شام تک شیطان سے بچانے کا ذریعہ رہے گا اور جو عمل لے کر یہ شخص آئے گا اس سے بہتر لے کر کوئی شخص نہیں سوائے اس آدمی کے جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔[صحیح البخاری: کتاب الدعوات، باب فضل التھلیل، رقم الحدیث: ۶۴۰۳، ۳۲۹۳، صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء ولاتوبۃ والاستغفار، باب فضل التھلیل والتسبیح، رقم، ۲۶۹۴]

مذکورہ حدیث میں جہاں بہت سارے انعامات کا ذکر ہے انھیں میں سے ایک انعام صبح سے شام تک شیطانی حملوں سے حفاظت بھی ہے۔

اسی طرح بقیہ تمام اذکار ہیں اگر کوئی مسلمان گھر سے نکلے تو اللہ کا ذکر کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب بندہ اپنے گھر سے نکلے اور یہ کلمات کہہ لے'' **بسم الله توكلت على الله، لا حول ولا قوة الا بالله**'' (اللہ کے نام سے، میں اللہ عزوجل پر بھروسہ کرتا ہوں، کسی شر اور برائی سے بچنا اور کسی نیکی یا خیر کا حاصل ہونا اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں) تو اس وقت اسے یہ کہا جاتا ہے کہ'' تجھے ہدایت ملی تیری کفالت کی گئی اور تجھے بچا لیا گیا (ہر بلا سے) چنانچہ شیاطین اس سے دور ہو جاتے ہیں، اور دوسرا شیطان اس سے کہتا ہے تیرا داؤ ایسے آدمی پر کیوں کر چلے جسے ہدایت دی گئی اس کی کفایت کر دی گئی اور اسے بچا لیا گیا''[سنن ابی داؤد: کتاب الادب، ابواب النوم، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، رقم ۵۰۹۵، وقال الالبانی ''صحیح'' انظر، سنن الترمذی للألبانی، ۳۴۲۶، والمشکاۃ ۲۴۴۳، التحقیق الثانی]

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ ''جب انسان گھر میں داخل ہوتا ہو اور دخول کے وقت اور اسی طرح کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان بولتا ہے کہ (اے شیطان ساتھیو) ''**لا مبيت لكم ولا عَشاءَ**'' تمھارے لیے یہاں پر نہ جائے شب گذاری ہے اور نہ ہی خورد و نوش کی گنجائش ہے''۔[صحیح مسلم: کتاب الاشربۃ، باب ادب الطعام والشراب.... رقم الحدیث ۲۰۲۰]

۵۔ سورۂ بقرہ کی تلاوت:

بہت سے لوگ بالخصوص خواتین شیطان اور اس کے مَس سے مختلف آزار میں مبتلا ہوتی ہیں اور اپنے آپ کو آسیب زدگی کا شکار بتاتی ہیں۔ بسا اوقات ناجائز جھاڑ پھونک کے گورکھ دھندوں میں گرفتار ہو کر متاع عصمت و آبرو بھی گنوا دیتی ہیں۔ یہ دعوی کرتی ہیں کہ ہمارے گھر میں آسیب کا بسیرا ہے اور ہم پر اس کا سایہ ہے وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''گھروں کو اور اپنی ذات کو

شیطان لعین سے کس طرح پاک وصاف اور محفوظ رکھا جاسکتا ہے، ان تدابیر مشروعہ میں سے ایک یہ ہے کہ سورۃ البقرۃ کی تلاوت کا اہتمام کیا جائے''۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :**لا تجعلوا بیوتکم مقابر، ان الشیطان ینفر من البیت الذی تقرانیه سورۃ البقرۃ**''[صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ، رقم:۷۸۲]

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناو، اور سورۂ بقرہ کی تلاوت کرو، اس لیے کہ شیطان اس گھر سے بدک کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے جس میں سورۃ البقرۃ کی تلاوت کی جاتی ہے''۔

صحیح مسلم میں ہی ایک دوسری جگہ وارد ہے حضرت ابو امامہ الباھلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اقرءوا سورۃ البقرۃ فان اخذھا برکۃ وترکھا حسرۃ ولا تستطیعھا البطلۃ'' صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین، ابواب فضائل القرآن ، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، رقم الحدیث، ۱۸۷۴]

''سورۂ بقرہ ضرور پڑھا کرو اس کا پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعث حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے''۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے :''ہر چیز کی ایک چوٹی (کوہان) ہوتی ہے اور قرآن مجید کی چوٹی (فضیلت اور عظمت کے اعتبار سے) سورۃ بقرہ ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، شیطان سنتے ہی اس گھر سے بھاگ جاتا ہے''۔

[رواہ الحاکم فی المستدرک علی الصحیحین :۱۰/۵۶۰، وقال الشیخ الالبانی ''حسن'' سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی، ۲/۱۳۵، رقم ۵۸۸]

اسی طرح سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جن کے بارے میں حدیث میں آتا ہے ابو مسعود انصاری البدری ؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**الایتان من آخر سورۃ البقرۃ من قرأبھما فی لیلۃ کفتاہ**''۔(جس نے رات کے وقت (سونے سے پہلے) سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیں وہ اس کے لیے کافی ہوں گی''۔

''کافی ہوں گی'' کا ایک معنی شارحین حدیث نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شیطان سے بچاؤ اور حفاظت کے لیے بھی کافی ہوں گی۔

۶۔ بچوں کو اللہ کی امان اور پناہ میں دینا اور غروب شمس سے پہلے انھیں اکٹھا کرنا:

بچوں کو دم کر کے اللہ کی امان اور پناہ میں دینا انبیاء کرام کی سنت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے اللہ کے نبی ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنھما کو اسی طرح خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام اپنے بچوں کو چند مبارک کلمات سے دم کر کے اللہ کی پناہ میں کر دیا کرتے تھے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال :کان رسول اللہ ﷺ یعوذ الحسن والحسین :"اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ " ثم یقول: ان اباکم ابراھیم کان یعوذ بھما اسماعیل اسحاق''[صحیح البخاری واللفظ لہ، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم ۔رقم الحدیث ۳۳۷۱، وابوداؤد فی سننہ فی کتاب السنۃ باب فی القرآن رقم ۴۷۳۷]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرات حسین اور حسن رضی اللہ عنھما کو ان الفاظ سے دم کیا کرتے تھے:

"اعوذ بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ"

(میں تم دونوں کو اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں کہ ہر شیطان، ہر موذی اور ہر بدنظر کے شر سے محفوظ رہو)۔ پھر فرماتے: (تمہارے ابا سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو ان کے ذریعہ سے پناہ دیا کرتے تھے۔)

سورج غروب ہونے کے وقت شیاطین بکثرت پھیل جاتے ہیں اور بہ نسبت پورے دن کے اس وقت زیادہ فتنہ وفساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے اس وقت جانوروں، چوپایوں بالخصوص کو بچوں کی شیطان سے حفاظت کی کوشش کرنی چاہیے اللہ کے نبی ﷺ اس کی ترغیب وتاکید کیا کرتے تھے، صحیح مسلم میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "**لا ترسلوا فواشیکم و صبیانکم اذا غابت الشمس حتیٰ تذھب فحمۃ العشاء فان الشیاطین تنبعث اذا غابت الشمس حتیٰ تذھب فحمۃ العشاء**۔[صحیح مسلم، واللفظ کتاب الاشربۃ، باب الامر تبغطیہ الاناء۔۔الخ، رقم الحدیث ۲۰۱۲، ورواہ ابوداؤد فی سننہ کتاب الجھاد باب فی کراھیۃ السیر فی اول اللیل، رقم ۲۶۰۴]

سورج غروب ہونے کے وقت اپنے چوپایوں اور بچوں کو نہ چھوڑو حتی کہ رات کا اندھیرا خوب چھا جائے بلاشبہ جس وقت سورج غروب ہوتا ہے، شیاطین فساد کرتے ہیں حتیٰ کہ رات کا اندھیرا چھا جائے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ [الفواشی] سے مراد ہر قسم کی گھومنے پھرنے والی چیزیں ہیں۔

۷۔ اخلاص اور توکل علی اللہ:

اخلاص عمل کی اساس اور اس کی روح ہے ایک مسلمان کی زندگی میں اخلاص یہ ہے کہ وہ اپنے قول وعمل، جملہ تصرفات اور ساری تعلیمات وتوجہات اور تمام حرکات وسکنات سے صرف اللہ واحد کی ذات کا قصد کرے اور اسی کی رضا، خوشنودی اور قربت کا طالب ہو اور اس عمل کو دار آخرت کی کامیابی کے لیے انجام دے نہ کہ اس کے قول وعمل اور جملہ امور کا مقصود ومطلوب ریاء، نمود، شہرت اور دنیاداری ہو اور نہ ہی یہ خواہش ہو کہ اس کے اس عمل کو دیکھ کر لوگ اس کی خوبیوں اور اس کے فضائل کا تذکرہ کریں، لوگوں میں اس کا چرچا ہو، اگر ایسا ہے تو یہ خیر کی کنجی اور نجات کی کلید ہے۔

ساتھ ہی ساتھ اس کا ایک عظیم فائدہ اور ثمرہ یہ بھی ہے کہ شیطانی ہتھکنڈوں اور ابلیسی مکروکید سے نجات کا ایک بنیادی وسیلہ اور عظیم سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ابلیس لعنۃ اللہ کے اس قول کے بارے میں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ [ص: ۸۲-۸۳]

رہا توکل علی اللہ یعنی سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا اس کی ذات پر کامل اعتماد ویقین رکھنا اور ہر خیر ومنفعت کے حصول اور ہر شر اور مضرت کے دفاع اور ازالہ میں اسی رب واحد اعتماد وبھروسہ کرنا اگر ایسا ہے تو اللہ واحد کی ذات پر یہ سچا اعتماد ویقین شیطان سے بچاؤ اور حفاظت کے وسائل واسباب میں سے ایک اہم وسیلہ اور ذریعہ ہے جیسا کہ اللہ رب العالمین نے شیطان سے حفاظت میں توکل حقیقی کے اثر کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ [النحل: ۹۹]

فقہ وفتاویٰ

سودی بینکوں میں شرکت

● سماحۃ الشیخ/عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (رحمہ اللہ)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (رحمہ اللہ) کی طرف سے ان تمام مسلمان بھائیوں کے نام جو اس تحریر کو دیکھیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے غضب کے ماروں اور گمراہوں کے راستے سے بچائے، (آمین)۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملکی اور بیرونی اخبارات میں سودی بینکوں میں شرکت کرنے، اور لوگوں کو صریح علانیہ سودی فوائد کے عوض ان میں اپنے اموال جمع کرنے پر ابھارنے اور اکسانے کے پروپیگنڈے بہت زیادہ ہو رہے ہیں۔ چنانچہ بعض اخبارات میں بعض لوگوں کے کچھ ایسے فتوے شائع ہوئے ہیں جن سے متعینہ فوائد پر سودی لین دین اور معاملت کے جواز کا پتہ چلتا ہے، جبکہ یہ ایک خطرناک امر ہے، اس لئے کہ اس میں اللہ رب العالمین سے اعلان جنگ اور اس کی پاکیزہ شریعت سے بغاوت اختیار کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ [النور: ۶۳] ''سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہونچے''۔

اور دین اسلام میں یہ چیز بدیہی طور پر معلوم ہے کہ ارباب مال ان سودی بینکوں میں شرکت یا ان میں رقمیں جمع کرنے کے عوض جو فوائد ان بینکوں سے لیتے ہیں وہ سراسر حرام اور سحت (ناپاک) ہیں، اور سود ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، کبیرہ گناہوں میں سے، مال کی برکت کو مٹانے، نیز مال میں شامل ہو کر مال کو تباہ کرنے اور ایسے کاروباریوں کے اعمال کی عدم قبولیت کا سبب ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ سے بہ صحت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے، اور اللہ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ [المؤمنون: ۵۱] ''اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں''، اور فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾ [البقرۃ: ۱۷۲] ''اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر تم واقعی اس کے سچے بندے ہو''، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص دور دراز کا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور اس کا جسم غبار آلود ہوتا ہے، وہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر 'اے رب، اے رب' کہہ کر اللہ سے

دعائیں کرتا ہے، مگر اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہے، تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی؟'' (صحیح مسلم)۔

اور ہر مسلمان کو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس سے اس کے مال کے متعلق بار پرس ہوگی کہ'' مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟''، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز کسی بندے کے دونوں قدم اس وقت تک ہرگز نہیں ٹل سکتے جب تک کہ اس سے چار چیزیں پوچھ نہ لی جائیں، اس کی جوانی کے متعلق کہ جوانی کہاں صرف کی؟، اس کی عمر کے متعلق کہ عمر کہاں گذاری؟، اس کے مال کے متعلق کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟، اس کے علم کے متعلق کہ اس پر کیا کچھ عمل کیا؟''، (ترمذی/۲۴۱۷، حسن صحیح)۔

اور اللہ کے بندے (اللہ ہمیں اور آپ کو اپنی رضامندی کے اعمال کی توفیق بخشے) آپ جان لیں کہ سود کبیرہ گناہوں میں سے ہے جسے اس کی تمام صورتوں، قسموں اور ناموں سمیت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں بڑی سختی کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ [آل عمران: ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲] ''اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کے سود نہ کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمہیں نجات ملے، اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ ۖ [الروم: ۳۹] ''اور جو تم سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے، وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں بڑھتا''۔

نیز ارشاد ہے: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾ [البقرة: ۲۷۵، ۲۷۶] ''سود خور لوگ نہ کھڑے ہونگے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو، یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کیلئے وہ ہے جو گذرا، اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، اور جو پھر دوبارہ حرام کی طرف لوٹا وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا''۔

مزید ارشاد ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ [البقرة: ۲۷۸، ۲۷۹]۔ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو، اور اگر

ایسا نہیں کرتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ، ہاں اگر توبہ کر لو تو اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے''۔

چنانچہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والے کتنے بڑے مجرم ہیں!!! (ہم اس سے اللہ کی عافیت چاہتے ہیں)۔

نیز رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے: ''سات موجب ہلاکت چیزوں سے بچو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہیں؟، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادوگری، کسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے الا یہ کہ وہ قتل کا مستحق ہو، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے روز پشت دکھا کر بھاگنا، اور بے خبر پاکدامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا'' (متفق علیہ)۔

ان سات چیزوں میں سے اللہ کے رسول ﷺ نے سود کو بھی شمار کیا، اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سودی معاملات لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ سب کے سب برابر ہیں'' (مسلم)

یہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے چند دلائل ہیں جن سے سود کی حرمت اور فرد و جماعت پر اس کی سنگینی اور خطرناکی کی وضاحت ہوتی ہے، نیز یہ کہ سودی معاملات کرنے والے یا کسی بھی طرح اس سے منسلک ہونے والے کبیرہ گناہوں میں ایک گناہ کے مرتکب، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کرنے والے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

لہٰذا، ہر مسلمان جسے اللہ اور دار آخرت کی چاہت ہے اسے میری نصیحت ہے کہ وہ اپنی جان و مال کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حلال کردہ چیزوں پر اکتفا کرتے ہوئے ان کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرے، کیونکہ حرام کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں ہی میں کفایت اور بے نیازی ہے۔

ہر مسلمان جسے اپنی ذات کی خیر خواہی مطلوب ہے اور وہ اللہ کی رحمت کے ذریعہ ابدی فوز و فلاح اور جہنم سے نجات کا خواہاں ہے اسے چاہیئے کہ سودی بینکوں میں شرکت یا کچھ فوائد کے عوض ان میں اپنی رقمیں جمع کرنے، یا ان سے قرض لینے سے بچے، کیوں کہ ان سودی بینکوں میں شرکت، یا فائدے کے عوض ان میں اپنے اموال جمع کرنا، یا ان سے قرض لینا، درحقیقت گناہ اور دشمنی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾ [المائدۃ:۲] ''اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور دشمنی اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دینے والا ہے''۔

لہٰذا اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈرو، اور اپنے آپ کو اس تباہی سے بچاؤ، اور ہر جگہ سودی بینکوں کی کثرت، سودی معاملات کے شدت سے پھیلنے اور رواج پانے اور ان بینکوں میں سودی کاروبار اور لین دین کرنے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ، کیونکہ یہ ساری چیزیں سود اور سودی کاروبار کے جواز کی دلیل نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے حکم سے بغاوت اور اس کی شریعت سے اعراض اور سرتابی کی دلیل ہیں، اور اللہ کا ارشاد ہے: وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ [الأنعام

: ۱۱۶]۔ ''اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بے راہ کردیں گے''۔

اور انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بیشتر لوگ ایسے ہیں کہ جب اللہ نے ان پر انعام کیا، انہیں اپنے فضل سے نوازا، اور ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی اور بہتات ہوگئی تو انہیں اللہ کے احکام پر عمل اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب اور حلال کے اپنانے کی کوئی پرواہی نہ رہی، انہیں پرواصرف اس بات کی رہی کہ کس طرح سے مال کی آمد ہو، کسی بھی راستہ سے چاہے حلال ہو یا حرام!!!! اور یہ درحقیقت ان کے ایمان کی کمزوری اور عذابِ الٰہی سے بے خوفی کا نتیجہ اور ان کے دلوں پر دنیوی محبت کے غلبہ و تسلط کا شاخسانہ ہے!!! (اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت مطہرہ کی تمام مخالفتوں سے محفوظ فرمائے)

اور بیشتر مسلمانوں کی یہ المناک اور پُراندوہ صورت حال عذابِ ناگہانی اور قہر الٰہی کی بازگشت سنا رہی ہے!!!

اللہ تعالیٰ نے گناہوں اور نافرمانیوں کی نحوست پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴿۲۵﴾ [الأنفال: ۲۵] ''اور ایسے وبال سے ڈرو جو خصوصی طور پر صرف تم میں سے ظلم کرنے والوں (گنہگاروں) ہی پر نہ واقع ہوگا، اور جان لو کہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے''۔

میں مقامی (ملکی) اخبارات کے ذمہ داران کو خصوصی طور پر اور عالم اسلام کے اخبارات کے ذمہ داران کو عمومی طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اخبارات کو زندگی کے تمام گوشوں میں شریعت مطہرہ کی مخالفت کی تمام غلاظتوں اور ناپاکیوں سے پاک رکھیں، نیز سربراہان ممالک سے بھی امید کرتا ہوں کہ وہ اخبارات و رسائل کے ذمہ داروں کو اپنے اخبارات میں کسی بھی ایسی چیز کے نشر کرنے سے گریز کرنے کی تاکید کریں گے جس میں اللہ کے دین و شریعت کی مخالفت ہو، اور بلاشبہ یہ ان کا واجبی فریضہ ہے اس میں کسی بھی قسم کی کوتاہی پر اللہ کے یہاں ان سے باز پرس ہوگی۔ ساتھ ہی تمام مسلمانوں کو بھی میں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو اپنا حرز جاں سمجھیں، اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھیں اور حرام کردہ چیزوں سے بچیں، اور ایسے تمام فتوؤں اور مضامین جن سے سودی بینکوں میں شرکت کرنے، یا فائدے پر اموال جمع کرنے کے جواز، یا ایسا کرنے والوں کے سوء عاقبت میں تخفیف کا پتہ چلتا ہو، ہرگز دھوکہ میں نہ آئیں، کیونکہ ایسے فتوے اور مضامین کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے شرعی دلائل پر مبنی نہیں ہوتے، بلکہ لوگوں کی اپنی رائیں اور باطل موشگافیاں ہوتی ہیں!! (اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو ہدایت دے اور گمراہ کن فتنوں سے عافیت بخشے)

اللہ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں بالخصوص ان کے ولاۃِ امور (حکام) کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے، اور اللہ کی شریعت کو زندگی کے تمام خاص و عام معاملات میں فیصل اور آئیڈیل تسلیم کرنے کی توفیق ارزانی مرحمت فرمائے، اور ان کی پیشانیوں کو دین و دنیا کی بھلائیوں کے تابع کردے، اور تمام لوگوں کو اپنے غضب کے ماروں اور گمراہوں کے راستے سے محفوظ فرمائے، (آمین)

یہ اللہ ہی کے بس میں ہے اور وہی اس پر قادر ہے۔

حوالہ:

مجموع فتاویٰ ابن باز رحمہ اللہ ۱۹/ ۷ ۱۳، ومجلۃ الدعوۃ شمارہ: ۸۲۴

آئینۂ جماعت

جماعتی سرگرمیاں

● دفتر صوبائی جمعیت

بھیونڈی میں ۲؍روزہ عظمت کتاب وسنت کانفرنس کا شاندار انعقاد

جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کے زیر اہتمام ۲؍۳؍جون ۲۰۱۳ء کو شانتی نگر بھیونڈی ضلع تھانے میں ۲؍روزہ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ روز اول کے پروگرام کی ابتدا حافظ دلشاد محمدی حفظہ اللہ کی تلاوت سے ہوئی۔ پروگرام کی پہلی تقریر محترم فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ کے ذریعہ ''صحابیات کی دینی حمیت اور منہجی غیرت'' کے عنوان سے پیش کی گئی۔ آنجناب نے نصوص شرعیہ اور واقعات مسندہ کی روشنی میں ایک جامع خطاب پیش کیا۔ پروگرام کا دوسرا خطاب مولانا عبداللہ عمری مدنی حفظہ اللہ کا تھا۔ آپ نے ''تاریخ اہل حدیث'' کے عنوان پر ایک نہایت ہی سنجیدہ اور مدلل خطاب فرمایا۔ آپ نے بہت ہی واضح انداز میں اپنی تاریخ کو اسلام کی تاریخ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اہل حدیث کا انکار، دراصل اسلام کا انکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری نسبت اللہ کی کتاب اور نبی محترم ﷺ کی سنت کی طرف ہے، جسے حدیث سے موسوم کیا گیا ہے۔ ہماری نسبت مقام، شخصیت، نام اور گروہ کی طرف نہیں اصول دین کی طرف ہے۔ پروگرام کا تیسرا خطاب مولانا رضاء اللہ عبدالکریم حفظہ اللہ کا تھا۔ آپ نے ''فرقہ ناجیہ کون؟'' کے عنوان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار احادیث کی روشنی میں نہایت ہی سنجیدگی سے ومتانت سے لبریز نصوص شرعیہ اور مسلمہ دلائل کی روشنی میں خطاب فرمایا اور شکوک وشبہات میں مبتلا افراد کو اپنے شکوک سے نکلنے اور گمرہی کے راستے سے بچ کر زندگی گزارنے کا ہنر وسلیقہ بتلایا۔ آخر میں مولانا خالد جمیل مکی حفظہ اللہ کا صدارتی خطاب ہوا۔ آپ نے اپنے مختصر خطاب میں اصول دین (اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ) کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور اس سلسلے میں کسی لومۃ لائم کی پروا کئے بغیر عمل پیرا رہنے اور مخالفین کی مخالفتوں اور معاندین کی عناد و دشمنی سے بالکل کبیدہ خاطر نہ ہونے کی تلقین کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے اس دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ حق یہ ہے کہ حق غالب ہو کر رہے گا۔ آخر میں ناظم جلسہ کے اختتام مجلس کی دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔

روزہ دوم کا پروگرام مولانا عبدالسلام سلفی امیر جمعیت اہل حدیث ممبئی کی صدارت میں حافظ انیس الرحمان امام مسجد نور الاسلام کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعدہ طالب علم جامعۃ التوحید، بھیونڈی شریف شہاب الدین نے حمد پاک پیش کیا اور ناظم جمعیت مولانا مطیع الحق خان صاحب نے کلمات استقبالیہ اور مختصر کارکردگی رپورٹ جمعیت پیش کی۔ بعدہٗ مولانا خالد جمیل مکی حفظہ اللہ نے ایک تمہیدی خطاب پیش کیا۔ بعد نماز مغرب مالیگاؤں سے تشریف لائے مولانا جلال الدین قاسمی حفظہ اللہ نے ''کیا اہل حدیث نوزائیدہ جماعت ہے؟'' پر مدلل اور جامع خطاب پیش کیا۔ اس کے بعد جماعت کے بزرگ عالم عبداللہ عمری مدنی حفظہ اللہ نے ''عذاب الٰہی کیوں؟'' کے عنوان پر موثر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد مولانا محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نائب ناظم جمعیت اہل حدیث ممبئی نے 'ائمہ اربعہ کے صحیح متبعین کون؟'' کے عنوان پر نہایت ہی مدلل خطاب کیا اور کتابی عبارت پیش کر کے عوام کو یہ بتلایا کہ جو لوگ ہماری باتوں کو جھوٹا ثابت کرنے

کی کوشش کرتے ہیں، وہ اپنی کتابوں اور اپنے علماء کے بیانات اور خیالات کو پڑھیں اور خود فیصلہ کریں۔ اس کانفرنس کے آخری مقرر مولانا ابو رضوان محمدی حفظہ اللہ نے جو شہر مالیگاؤں سے تشریف لائے تھے، جماعت کے ایک موقر ادارے جامعہ محمدیہ اور مجلہ صوت الحق سے منسلک ہیں اور جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے ناظم اعلیٰ ہیں 'برصغیر میں علمائے اہل حدیث کے عالمانہ وقائدانہ کردار' پر مختصر وقت میں بہت ہی جامع خطاب کیا اور سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ دونوں دنوں کے پروگرام کی نظامت مولانا انصار زبیر محمدی (ممبئی) نے فرمائی اور انہی کے دعائیہ کلمات پر مجلس کا اختتام ہوا۔

جامعۃ التوحید کے سالانہ جلسہ میں طلباء کا شاندار تعلیمی مظاہرہ

۲۶ رمئی ۲۰۱۳ء کی شام کو کھاڑی پار بھیونڈی میں جامعۃ التوحید کا رنگارنگ سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ جامعۃ التوحید کا یہ ۹ رواں سالانہ اجلاس تھا جو قاری نجم الحسن فیضی رحفظہ اللہ کی صدارت اور شعبان بیدار کی نظامت میں ۱۱ر بجے رات تک چلتا رہا۔ پروگرام میں جہاں شعبۂ حفظ سے فارغ ہونے والے ۷ رطلباء کو دستار دی گئی وہیں درجات مولوی کی تکمیل کرنے والے طلباء کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی۔ تقسیم انعامات کے حسن آگیں طویل نشست کو ناظرین نے خوب محظوظ کیا۔

اس تقریب کی سب سے خاص بات بچوں کا تعلیمی مظاہرہ تھا۔ سورۃ الفیل کا مختلف زبانوں میں ترجمہ اور منظوم پیغام بے حد دلچسپ رہا۔ ہندی، اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں بامعنی مؤثر تقریروں کے علاوہ ایکشن، لطائف، مکالمے اور قصہ گویوں کا مظاہرہ ہوا۔ مزاحیہ خطاب، سائنس ریسرچ اور حاضر جوابیاں وغیرہ کے اساس عنوانات سے تقریروں سے ہٹ کر بچوں نے الگ انداز کی چیزیں پیش کیں۔

جلسے میں ارباب جماعت کے علاوہ باہر سے مہمان علمائے کرام بھی تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر سعید فیضی حفظہ اللہ، انصاری زبیر محمدی حفظہ اللہ، قاری نجم الحسن فیضی حفظہ اللہ، منظر احسن سلفی حفظہ اللہ، جلال الدین فیضی حفظہ اللہ اور دیگر علمائے کرام زینت اسٹیج رہے۔ سب نے اچھے تاثرات کا اظہار کیا۔ تمام علماء کرام نے پروگرام کو خوب سراہا۔ پروگرام میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد شریک رہی۔ خالد جمیل مکی کی دعائیہ کلمات کے ساتھ پروگرام کے اختتام کا اعلان ہوا۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث ساؤتھ ممبئی کی طرف سے ماہ جون میں ہونے والے دروس

۱۴ راپریل بروز اتوار ۲۰۱۳ء کو مسجد اہل حدیث ٹیمکر محلہ میں شیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کا اہم خطاب ہوا۔

۲۱ راپریل بروز اتوار ۲۰۱۳ء کو ضلعی جمعیت اہل حدیث ساؤتھ ممبئی کی طرف سے بعد نماز عصر تا عشاء سیتا پھل واڑی، مجگاؤں میں ایک اہم اجتماع کا انعقاد کیا گیا جس میں شیخ مقیم فیضی، شیخ محمود احمد فیضی، شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظھم اللہ نے اپنے اپنے خطاب سے سامعین کو مستفیض فرمایا۔

اسی طرح ۲۸ راپریل بروز اتوار ۲۰۱۳ء بعد نماز مغرب تا ۱۰ بجے شب مسجد اہل حدیث ورلی، لوٹس میں بھی اجتماع کا انعقاد کیا گیا جس میں شیخ مقیم احمد فیضی، شیخ عبد الھادی سلفی نے شرکت کی اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو خطاب کیا۔

اسی طرح مسجد اہل حدیث ڈونگری میں بھی اجتماع کا انعقاد کیا گیا جس میں شیخ عبد الستار سراجی حفظہ اللہ نے خطاب فرمایا:

۱۶؍جون بروز اتوار ۲۰۱۳ء صبح ساڑھے گیارہ تاظہر حافظ دلشاد احمد محمدی ماہ شعبان کی شرعی حیثیت (ٹیمکر محلہ)

۲۳؍جون بروز اتوار ۲۰۱۳ء صبح ساڑھے گیارہ تاظہر شیخ محمد عاطف سنابلی ۱۵؍شعبان کی شرعی حیثیت (ٹیمکر محلہ)

۳۰؍جون بروز اتوار ۲۰۱۳ء صبح ساڑھے گیارہ تاظہر شیخ انصار زبیر محمدی امت مسلمہ کا ایک اہم فریضہ۔۔تدبر قرآن (ٹیمکر محلہ)

شعبہ دعوت وتبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ کے زیر اشراف ضلعی جمیعت اہل حدیث رائے گڈھ اور جمیعت اہل حدیث رتنا گیری کے زیر انتظام ہونے والی

دس روزہ سمر تربیتی کیمپ کی مختصر رپورٹ

اللہ کے فضل وکرم سے منہج کتاب وسنت اور طریقہ سلف پر چلنے والے دینی غیرت اور تڑپ رکھنے والے بھائیوں نے احباب کوکن کی ایک کمیٹی بنام ''روشنی گروپ کوکن'' تشکیل دی ہے جس کے متعدد اغراض ومقاصد اور اھداف میں سے ایک اہم ہدف یہ ہیکہ ہر سال کالج کے طلباء اور عام لوگوں کی تعلیم وتربیت کیلئے اقامتی پندرہ روزہ سمر تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا جائے جسکو عملی جامہ پہنانے کیلئے روشنی گروپ کے احباب نے پہلے یہ طے کیا کہ ہم جو بھی کام کریں گے وہ اپنی صوبائی، ضلعی اور مقامی جمیعت کے زیر انتظام ہی کریں گے چنانچہ اس ضمن میں پہلی میٹنگ ''کوکن اسلامی لائبریری'' کھیڈ میں روشنی گروپ کے نمائندے جناب مظفر السولکر اور جناب منور پٹھان صاحبان کے ساتھ ضلعی جمیعت اہل حدیث رائے گڈھ اور ضلعی جمیعت اہل حدیث رتنا گیری کے عہدیدران کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں متعدد فیصلے ہونے کے ساتھ ساتھ سمر تربیتی کیمپ کے انعقاد کا حتمی اور قطعی فیصلہ لیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ یہ سمر تربیتی کیمپ ضلعی جمیعت اہل حدیث رائے گڈھ اور جمیعت اہل حدیث رتنا گیری کے زیر انتظام ہی ہوگا۔لہٰذا دونوں جمعیتیں اس تعلق سے کاروائی شروع کردیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے روشنی گروپ کوکن کے ممبران واحباب، کو آج اس پرفتن اور دین سے دوری کے ماحول میں بیرون ملک معاش کے مختلف مسائل اور الجھنوں کے ساتھ دین کی خدمت کا جذبہ اور منہج کیلئے غیرت بہت بڑی سعادت ہے پھر نفسا نفسی جماعت جمیعت سے بیزاری، انتشار اور خود پسندی کی اس ماحول میں جمیعت وجماعت کی پابندی اور ان کا اشراف اللہ کی سب سے بڑی توفیق اور گمراہی سے حفاظت کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔

الحمدللہ مذکورہ فیصلے کے بعد رائے گڑھ اور رتنا گیری کی جمعیتوں نے صوبائی جمیعت اہلحدیث ممبئی خصوصاً مولانا عبد السلام صاحب سلفی کی رہنمائی میں کام شروع کیا۔آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ضلعی جمیعت اہل حدیث رائے گڈھ اور جمیعت اہل حدیث رتنا گیری دونوں ضلعوں کی نمائندہ جماعت ہے جو مختلف ناحئے سے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہی ہے جس کا ہر قدم اللہ کے فضل وکرم سے جمیعت کے دستور اساسی کے تحت آگے بڑھ رہا ہے اور اس کی ساری سرگرمیوں پر صوبائی جمیعت اہل حدیث ممبئی کا بلا واسطہ اشراف ہے۔لہٰذا مولانا عبد المعید مدنی (امیر ضلعی جمیعت اہل حدیث رائے گڈھ) اور مقصود علاؤ الدین سین (ناظم ضلعی جمیعت اہل حدیث

رتنا گیری) متعدد بارفون کے ذریعے رابطہ کر کے اس کے متعلق مشورہ کرتے رہے اور غور وخوض کے بعد امیر محترم کے مشورہ سے تدریس کے لیے علماء کرام کے انتخاب اور نصاب کے لیے فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی اور فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی سے بھی مشورہ کرتے رہے یہ دونوں علماء کرام اس میدان کے تجربہ کار علماء ہیں سعودیہ عربیہ میں توعیۃ الجالیات کے مراکز کے ذریعہ اس طرح کے کیمپ کے انعقاد کا کافی تجربہ رکھتے ہیں پھر مقصود حسین صاحب ممبئی میں متعدد باران دونوں علماء کرام سے ملاقات کی اور میٹنگ کے ذریعہ مشورہ کرتے رہے اور انھیں اس تعلق سے مزید مشورہ کیلئے پابرہ اجتماع کے موقع پر منعقدہ میٹنگ میں شرکت کیلئے راضی بھی کیا۔

اس ضمن میں ضلعی جمعیت اہل حدیث رائے گڈھ اور جمعیت اہل حدیث رتنا گیری کے عہدیدران واراکین کی پہلی میٹنگ پابرہ میں مورخہ ۲۱ رمارچ ۲۰۱۳ء منعقد ہوئی جس میں متعدد فیصلوں کے ساتھ درج ذیل اہم فیصلے ہوئے: (۱) روشنی گروپ کوکن کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکبادی پیش کی گئی۔ جنھوں نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہونچانے کیلئے قدم اٹھایا اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے اوران کے مال واولاد میں برکت فرمائے اور ہمارے اعمال میں اخلاص عطا فرمائے۔ آمین

(۲) یہ سمر تربیتی کیمپ مدرسہ محمدیہ مہسلہ میں رکھا جائے کیوں کہ مہسلہ پورے کوکن کی مرکزی جگہ ہونے کے علاوہ یہاں طلبہ واساتذہ کی رہائش کا معقول انتظام ودیگر سہولیات جو یہاں میسر ہیں وہ دیگر جگہوں پر نہیں ہیں ۔ (۳) شعبۂ دعوت وتبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ کے زیر اشراف کیا جائے۔ (۴) پہلا پروگرام دس روزہ ہی رکھا جائے اور پچاس سیٹیں خاص کی جائیں۔ (۵) سمر تربیتی کیمپ کی صدارت کے لئے مولانا عبدالسلام صاحب سلفی کا انتخاب کیا گیا اور تدریس وتربیت کیلئے فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدیؔ، فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی، فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنیؔ، فضیلۃ الشیخ عبدالواحد انور یوسفی اور جناب ابوزید ضمیر پونہ رحفظہم اللہ کا انتخاب کیا گیا اس میٹنگ کے بعد نماز ظہر کے فوراً بعد علماء کرام کے ساتھ میٹنگ ہوئی جس میں متفقہ طور سے تربیتی کیمپ کیلئے نصاب اور تدریس کی ترتیب کی ذمہ داری انصار زبیر محمدیؔ اور عنایت اللہ مدنیؔ کو دی گئی۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے دونوں علمائے کرام کو کہ انھوں نے ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھا کر بہترین نصاب اور نظام الاوقات تیار کیا۔ اس میٹنگ کے بعد اشتہار چھپایا گیا اور روزنامہ انقلاب، راشٹریہ سہارا، اردو ٹائمز، کوکن کی آواز وغیرہ متعدد اخبارات میں بھی اشتہار دیا گیا اور گاؤں کی جماعتوں کو خطوط بھی روانہ کئے گئے۔ داخلہ فارم ایشو کرانے اور جمع کرنے کیلئے شعبۂ دعوت وتبلیغ مہسلہ اور کوکن اسلامی لائبریری کھیڈ کو سنٹر بنایا گیا۔

اللہ کے فضل وکرم سے اس اعلان اور اشتہار کے بعد کوکن میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی کہ ایک اہم کام جس کے لئے لوگ شدت سے منتظر تھے "روشنی گروپ کوکن" کے ذریعہ شروع ہوگیا چنانچہ داخلہ فارم لینے اور جمع کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا دونوں جمعیتوں کے ذمہ داران نے لوگوں کی رغبت دیکھتے ہوئے روشنی گروپ کوکن کے ذمہ داران سے رابطہ کر کے نیگڑی میں ہوئی میٹنگ منعقدہ ۴ رمئی ۲۰۱۳ء میں فیصلہ کیا کہ سیٹوں کی تعداد ستر کر دی جائے۔ چنانچہ تقریباً پچاسی داخلہ فارم منظور کئے گئے اور سب کو فون کے ذریعہ منظوری کی اطلاع دی گئی۔ اللہ کے فضل وکرم سے توقع سے زیادہ طلبہ ۱۶ رمئی کو ہی مدرسہ محمدیہ مہسلہ میں پہنچ گئے آنے والے کل طلبہ کی تعداد ۷۲ رہوگئی طلبہ کو مدرسہ محمدیہ مہسلہ کے ہوسٹل کے پانچ کمروں میں عمر کی رعایت کر کے ٹھہرایا گیا ان کے لئے سونے کھانے پینے اور

علاج یہاں تک کہ نہانے دھلنے کے لوازمات کا بھی مکمل طور سے مدرسہ محمدیہ مہسلہ اور دونوں جمعیتوں کے ذمہ داران نے انتظام کیا تھا مدرسہ محمدیہ مہسلہ پہاڑ کے اوپر ہے جس کی وجہ سے وہاں کی آب وہوا نہایت ہی خوشگوار اور منظر نہایت ہی حسین وجمیل ہے ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گیری کے ذمہ داران طلبہ کے ساتھ اور مقامی جمعیت اہل حدیث روہا کے ذمہ داران طلبہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور مہاڈ سے عبدالحق خلفے صاحب بھی طلبہ کے ساتھ حاضر ہو گئے طلبہ کو ٹھہرانے، آئی ڈی کارڈ و دیگر کاموں میں جناب مقصود علاؤالدین سین، جناب عبدالحق خلفے، جناب ایاز قاضی صاحب اور ڈاکٹر عقیل احمد سرکھوت وغیرہ نے مدرسہ محمدیہ کے مہتمم مولانا عبدالمعید المدنی کا بھرپور تعاون کیا، علمائے کرام نے بنائے گئے ٹائم ٹیبل کے مطابق طلبہ کو تفسیر، عقیدہ، حدیث، فقہ اور ادعیہ واذکار کی گھنٹیاں لیکر انھیں خوب فیض پہونچایا اس کے ساتھ انھیں وضو، نماز، تجہیز وتکفین وغیرہ کی عملی مشق بھی کرائی گئی اس کے علاوہ بعد نماز فجر ایک خاص درس رکھا گیا جس میں اخلاق وآداب کی تعلیم وتربیت دی گئی نیز مولانا عبدالعظیم الاثری حفظہ اللہ نے طلبہ کو غیر مسلموں میں دعوت اور ہماری ذمہ داری سے متعلق ان کی رہنمائی کی۔ عقیدہ کی تدریس کی ذمہ داری شیخ عبدالمعید المدنی کو، تفسیر کی شیخ عنایت اللہ المدنی کو اور فقہ کی شیخ انصار زبیر محمدی کو اور ادعیہ واذکار کی ذمہ داری شیخ عبدالواحد انور یوسفی صاحب کو سونپی گئی تھی۔ اللہ کے فضل وکرم سے علمائے کرام نے وقت کی مکمل پابندی کرتے ہوئے ہر مضمون کا حق ادا کر دیا۔ نصابی کتاب انگلش اور اردو دونوں زبانوں میں تیار کی گئی تھی کیوں کہ شرکت کرنے والے طلبہ میں اکثریت انگلش میڈیم کے بچوں کی تھی ہر بچے کو انتظامیہ کی جانب سے نصابی کتاب آئی، ڈی کارڈ، ایک کاپی، ایک قلم اور ایک فائل فراہم کیا گیا تھا۔

روزانہ بعد نماز عصر ایک مختصر درس ہونے کے بعد بچوں کے کھیل کود کا نظم رکھا گیا تھا، جس میں شوقین بچے کھیلتے اور سیر وسیاحت کے شوقین بچے تفریح کے لئے نکل جاتے تھے۔ دوران کیمپ نمازوں کی مکمل پابندی کے ساتھ سنن موکدہ کی ادائیگی کا خاص اہتمام رکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ زبان کے صحیح استعمال فالتو باتوں سے گریز کرنے اور حرام کردہ چیزوں سے بچنے سے متعلق بچوں کی رہنمائی کی گئی، علماء کرام کی تدریسی خدمات کے علاوہ طلباء کا پورے دس دن مستقل نگرانی اور عملی تربیت کے لئے بھی ذمہ داران نے وہاں قیام فرمایا، جس میں فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی (مہسلہ) شیخ عبدالواحد انور یوسفی (کھیڈ) جناب مقصود علاؤالدین سین (کھیڈ) جناب ایاز قاضی صاحب ( )، جناب عبدالحق خلفے (مہاڈ) جناب منور پٹھان صاحب (اشٹمی، روہا) جناب حنیف بغدادی صاحب (داپولی) جناب عقیل صاحب لاماتے (روہا) مولانا عبدالعظیم صاحب (روہا) سرفہرست ہیں اس کے علاوہ طلباء ومدرسین کے علاج کے لیے ڈاکٹر عقیل سرکھوت (ونی) برابر تشریف لاتے رہے اور ڈاکٹر عبدالباری شیخ مہسلہ نے بھی خوب تعاون کیا۔

الحمدللہ بچوں نے کافی محنت اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا دلچسپی اور سنجیدگی کے ساتھ پریڈ میں حاضر ہوتے اور غور سے باتوں کو سنتے انھیں سمجھنے کی کوشش کرتے اور پھر سب کو یاد کرنے کا اہتمام کرتے ان کے تعلیمی استفادے کو چیک کرنے کیلئے ہر مضمون کا امتحان لیا گیا جس میں ہر مضمون کیلئے ۱۰۰/۱۰۰ نمبرات منتخب کئے گئے تھے اس کے علاوہ بچوں کے اخلاقیات کا بھی جائزہ لیا گیا اور اخلاقیات پر دس نمبر رکھے گئے تھے۔ الحمدللہ بچوں کی جوابی کاپیاں نہایت ہی اطمینان بخش تھیں اور ذمہ داران کو بڑی مسرت ہوئی کہ کالج کے

پڑھنے والے طلباء نے دس دنوں میں کافی استفادہ کیا کتنے بچے ایسے تھے جو شرکیہ اور بدعتی ماحول میں رہنے والے تھے مگر اللہ کے فضل وکرم سے انھوں نے توحید وسنت کی حقیقت کو سمجھا اور آگے اس دعوت کو پھیلانے کا عزم مصمم ظاہر کیا۔

کیمپ کے آخر میں کوکن کی سب سے مشہور اور تاریخی جگہ جنجیرہ قلعہ کا سیر کرایا گیا جس کے لئے ایک بڑی بس کرائے پر طے کی گئی چنانچہ علماء کرام کی قیادت میں جناب عبدالحق خلطے صاحب کی کار اور بس کے ذریعے بچے جنجیرہ قلعہ کیلئے روانہ ہوئے۔اس موقعہ پر مروڈ جنجیرہ کی معروف ومشہور شخصیت جناب نظام الدین ڈھاکم صاحب جو کسی غرض سے فی الحال ڈیگھی میں مقیم ہیں نے کافی تعاون کیا۔لانچ کی بکنگ پیشگی طور سے کر رکھی تھی قافلے کے ڈیگھی پہنچنے پر انہوں نے پر جوش استقبال کیا اور نہایت کشادہ دلی کے ساتھ قافلے کی ضیافت کی۔پانی ناشتہ وغیرہ وافر مقدار میں انہوں نے اپنے جیب خاص سے فراہم فرمایا اور قافلے کی مکمل طور سے رہنمائی فرمائی اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

۲۶ رمئی ۲۰۱۳ء بروز اتوار صبح ۱۰ بجے تا ظہر مذکورہ سمر تربیتی کیمپ کا اختتامی پروگرام رکھا گیا جس کی صدارت مولانا عبدالسلام سلفی صاحب (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث) نے فرمائی۔اس پروگرام میں طلبہ کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔شرکت کرنے والے تمام بچوں کو سرٹیفکیٹ دیا گیا اس کے علاوہ عبداللہ مہسکر (مقیم حال: جدہ) کی جانب سے بھیجا گیا کتابوں کا تحفہ اور شعبہ دعوت وتبلیغ مہسلہ کی مطبوعات اور مرکزی دعوت اسلامیہ کھیڈ کی طبع کردہ ''جنازہ کے احکام ومسائل'' تحفہ میں دی گئیں۔اول،دوم وسوم پوزیشن حاصل کرنے والوں کو بالترتیب ۵۰۰۰ / ۴۰۰۰ / ۳۰۰۰ رکی کتابیں اور نقدی انعام دیئے گئے۔اور شرکت کرنے والے تمام بچوں کو تشجیعی انعامات سے نوازا گیا۔اختتامی پروگرام میں ضلعی جمعیت اہل حدیث رائے گڑھ، ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گری،شعبۂ دعوت وتبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ اور روشنی گروپ کوکن کے عہدیداران اور ممبران کے علاوہ مہسلہ اور اس کے اطراف نیز کھیڈ، ممبئی، مہاڈ اور روہا سے لوگوں نے بکثرت شرکت فرمائی۔تمام احباب کے لئے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا گیا۔آخری پروگرام میں طلبہ نے اپنے تاثرات پیش کئے اور دو بچوں نے مولانا عبدالواحد انور یوسفی کی تیار کردہ تاثراتی نظم بھی پیش کیا۔یہ نظم نہایت ہی جامع اور طلباء کے دلی جذبات کی ترجمان ہے۔جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

گرمیوں کی چھٹیوں کا فائدہ ہم کو ملا ۔۔۔ دین حق اسلام خالص کا پتہ ہم کو چلا

امیر محترم مولانا عبدالسلام صاحب سلفی اس تاثراتی نظم سے خوش ہوکر پڑھنے والے دونوں بچوں کو پانچ سو روپے کا نقد انعام عطا فرمایا۔اس کے بعد شیخ عنایت اللہ مدنی اور شیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ نے اپنے تاثرات میں اس قسم کے کیمپ کی افادیت کا تذکرہ فرماتے ہوئے روشنی گروپ کے اس اقدام کو خوب سراہا اور ہر سال اس طرح کے کیمپ کے انعقاد کی تلقین کی۔دس روزہ سمر تربیتی کیمپ کے آخری پروگرام میں روشنی گروپ کے نمائندے جناب امتیاز سالبے صاحب (چپلوں) نے روشنی گروپ کا تعارف کراتے ہوئے اس کے اغراض ومقاصد کو بتایا۔آپ نے واضح فرمایا کہ دس سال پہلے اس کام کی تحریک تین میم (مقصود، مجیب، منور) کے ذریعہ شروع ہوئی تھی اور پھر ایک ایک کر کے متعدد احباب جڑتے گئے اور چھ مہینہ پہلے باقاعدہ ''روشنی گروپ'' کے نام سے کمیٹی تشکیل دی گئی اور آج

یہ کیمپ دیکھ کر دل کو بڑی خوشی محسوس ہوئی کہ ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔موصوف نے صراحت فرمائی کہ ہم طے کر چکے ہیں کہ ہم جو بھی کام کریں گے وہ جمعیت اہل حدیث اور جماعت کے مشہور علماء کی سرپرستی ہی میں کریں گے۔ان شاء اللہ

صدر محترم نے اپنے صدارتی خطاب میں طلبہ کو خصوصی نصیحت کرتے ہوئے منہج سلف اور صحابہ کرام کے عقیدے کو لازم پکڑ کر نبی ﷺ کی سنت کی پابندی کی تلقین فرمائی اور ہر قسم کی شرکیات، بدعات اور تقلید و جمود سے بچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی اور سمر تربیتی کیمپ میں جو کچھ سیکھا ہے اس کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کی ہدایات فرما کر روشنی گروپ کوکن اور تمام منتظمین کے لئے دعائے خیر فرماتے ہوئے انہیں مبارکبادی پیش کی۔اور روشنی گروپ کوکن کو خصوصاً اس بات پر خوب سراہا کہ انہوں نے ہندوستان میں جمعیت اہل حدیث کے پلیٹ فارم سے کام آگے بڑھانے کی کوشش کی۔جس جمعیت کا عقیدہ، منہج اور اصول نہایت ہی صاف ستھرے اور کھرے ہیں اور یہ لوگ روئے زمین پر کام کرنے والوں میں سب سے بہتر ہیں۔بعدہ اس مجلس کے اختتام کے ساتھ ساتھ سمر تربیتی کیمپ کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔نماز ظہر کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر تمام طلبہ انعامات سے بوجھل ہو کر اپنے گھروں کو خوشی خوشی واپس ہوئے۔

مذکورہ عظیم سمر تربیتی کیمپ میں جن احباب اور ذمہ داران نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر طرح کی قربانی پیش فرمائی ان میں خصوصاً جناب مقصود علاء الدین سین صاحب (سونس)، جناب منور پٹھان صاحب (اشٹمی روہا)، جناب امتیاز سابلے صاحب (چیلون)، جناب عبدالحق خلفے صاحب (مہاڈ)، جناب عباس انوارے صاحب (روہا)، جناب عقیل لامباتے صاحب (روہا)، ڈاکٹر عقیل احمد سرکھوت صاحب (ونی)، جناب محمد علی عباس دفعیدار صاحب (مہسلہ)، جناب ابراہیم جمعدار صاحب (روہا) جناب حنیف بغدادی صاحب (داپولی) کے علاوہ مولانا عبدالواحد انور یوسفی اور مولانا عبدالمعید مدنی (مہسلہ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔جناب عقیل لامباتے صاحب (نائب سیکریٹری ضلعی جمعیت اہل حدیث رائے گڑھ) نے طلباء اور علماء کو کھانے کے ساتھ کوکن کا عالمی پیمانے پر مشہور موسمی پھل ''ہاپوس آم'' دینے کے لئے پانچ ہزار روپئے کا نقد مالی تعاون بھی فرمایا۔اس کے علاوہ پورے سمر تربیتی کیمپ کے دوران طلباء، علماء، منتظمین اور زائرین کے پینے کے لئے جناب ناظم سیف الدین چوگلے اور عظیم سیف الدین چوگلے (مہسلہ) نے اپنی کمپنی Aqua Sip کی جانب سے تقریباً تین ہزار لیٹر صاف شفاف پانی وافر مقدار میں بلا کسی معاوضہ کے لوجہ اللہ فراہم کیا۔اللہ ان سبھوں کے عطیات کو قبول فرمائے اور ان کی تجارت میں برکت عطا فرمائے۔آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ روشنی گروپ کے اس اہم اقدام کو خطۂ کوکن میں توحید و سنت کی روشنی پھیلنے کا ذریعہ بنائے اور ہم سبھوں کو ہر سال اس طرح کے پروگرام کے انعقاد کی توفیق عطا فرمائے، سارے علماء کرام، ذمہ داران اور منتظمین کی محنتوں کو قبول فرما کر ہم سبھوں کے عمل میں اخلاص عطا فرمائے۔سبھوں کے مال و اولاد میں برکت عطا فرمائے اور اسے ہمارے لئے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے (**یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من أتی اللہ بقلب سلیم**) آمین۔

حلقۂ ادب

رکھو روزہ، مہِ رمضاں، لئے بخشش کا جام آیا

مولانا عبدالواحد انور یوسفی

مبارک مومنو! پھر لوٹ کر ماہِ صیام آیا
فضائیں مسکرا اٹھیں فرشتوں کا سلام آیا

کھلے جنت کے دروازے مقفل ہیں درِ دوزخ
شیاطیں قید ہیں کیا خوب ماہ شاد کام آیا

بڑھو اے طالبانِ خیر ، کارِ خیر کی جانب
رکو اے شرپسندو ! شر سے کہ ماہِ صیام آیا

نزول ماہِ قرآں ہے شغف قرآں سے رکھو
رکھو روزہ مہ رمضاں ، لیئے بخشش کا جام آیا

وہ قدر ومنزلت کی اک مبارک رات ہے جس میں
ہدیٰ للعالمیں کی شکل میں رب کا کلام آیا

قیام اللیل سے اپنی خطاؤں کو مٹا ڈالو
غنیمت ہے برائے عفو ہی حکم قیام آیا

یہ صوم ماہ رمضاں فرض ہے ایمان والوں پر
بنیں سب متقی بے شک یہی رب کا پیام آیا

کرو تاخیر سحری میں کہ یہ حکم شریعت ہے
معاً افطار میں تعجیل کا شرعی نظام آیا

ملی آنکھوں کو بھی ٹھنڈک ملی دل کو طمانینت
ہے منظر دیدنی انورؔ نظر جو صبح و شام آیا

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
June - July 2013

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

A1 Grafix Studio · +91 9819189965

Published By
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70
Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066
Email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com